ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
11 جون 2003ء۔۱۰ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ
www.tanzeem.org
جلد 12 شمارہ 20

- رودْمیپ کی ناکامی مقدر ہے! (اداریہ)
- بنی اسرائیل کی تاریخ (منبر ومحراب)
- شیر کا جبڑا (تجزیہ)

نوائے جبریل

(ماہرالقادری)

شرک و الحاد کا یہ زور، یہ طغیانیٔ کفر
مجھ کو کیا ڈر مرے ایمان کی محکم ہے اساس

میری فطرت کا تقاضا ہے کتاب و سنت
مجھ کو راس آئیں گے اصلا نہ فقیہوں کے قیاس

دیدۂ مہر و کواکب نے پریشانی میں
کبھی دیکھا نہ کسی مردِ قلندر کو اُداس

حق کے جو بندے ہیں راضی بہ رضا رہتے ہیں
شدتِ قحطِ رمادہ[1] ہو کہ قہرِ عمواس[2]

عہدِ حاضر کا یہی سب سے بڑا فتنہ[3] ہے
دعوتِ عام یہ لوگوں کو بہ نامِ افلاس

ایسے کچھ تار بھی ہیں سازِ حقیقت میں نہاں
چھو سکیں گے نہ جسے زخمہ و مضرابِ حواس

میری محفل کا اُجالا نہ مرے غم کا علاج
گوھر و لعل و زبرجد، یہ عقیق و الماس

نمبرا۔۲ حضرت عمر فاروق ؓ کے دورِ خلافت میں سخت قحط پڑا جو ''عام الرمادہ'' کے نام سے مشہور ہے اور ''عمواس'' میں طاعون کی وبا آئی جس میں صحابہ کرام ؓ ثابت قدم رہے۔ (۳) کمیونزم

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ البقرہ (۱۰۲)

الھدیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿یَسْئَلُوْنَکَ مَا ذَا یُنْفِقُوْنَ ط قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ط وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ o کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ وَھُوَ کُرْہٌ لَّکُمْ ج وَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ ج وَعَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ ط وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ o یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّھْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْہِ ط قُلْ قِتَالٌ فِیْہِ کَبِیْرٌ ط وَصَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَکُفْرٌ بِہٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ق وَاِخْرَاجُ اَھْلِہٖ مِنْہُ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ ج وَالْفِتْنَۃُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ط وَلَا یَزَالُوْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ حَتّٰی یَرُدُّوْکُمْ عَنْ دِیْنِکُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ط وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَیَمُتْ وَھُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ج وَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ o﴾ (آیت ۲۱۵ تا ۲۱۷)

''(اے محمدؐ) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ ان سے کہئے کہ جو بھی مال تم خرچ کرو وہ والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے اور جو بھی بھلائی کا کام تم کرو گے یقیناً اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔ تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور یہ عین ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور یہ کہ کسی چیز کو تم پسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو۔ اور (یہ حقیقت) اللہ ہی خوب جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔ آپ سے حرمت والے مہینہ میں لڑائی کرنے سے متعلق پوچھتے ہیں۔ آپ ان سے کہئے کہ حرمت والے مہینہ میں جنگ کرنا (فی الواقعہ) بہت بڑا گناہ ہے، مگر اللہ کی راہ سے روکنا اور اس سے کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور وہاں کے باشندوں کو وہاں سے نکال دینا اس سے بھی بڑے گناہ ہیں اور فتنہ انگیزی قتل سے بھی بڑا گناہ ہے (اور یہ سب کام تم کرتے ہو) اور یہ لوگ ہمیشہ تم سے لڑتے ہی رہیں گے حتیٰ کہ اگر ان کا بس چلے تو تمہیں تمہارے دین سے برگشتہ کر دیں۔ اور تم میں سے جو اپنے دین سے برگشتہ ہو جائے پھر (اس حالت میں) مرے کہ وہ کافر ہی ہو تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں ضائع ہو گئے۔ اور یہی لوگ اہل جہنم ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

یہاں بار بار یہ الفاظ آئیں گے کہ ''اے نبیؐ یہ آپ سے پوچھتے ہیں''۔ یہ اس لئے کہ یہ مدنی دور ہے۔ یہاں مسلمانوں کا اپنا معاشرہ ہے۔ مکہ میں صورت حال بالکل مختلف تھی، وہاں کفار غالب تھے اور مسلمان دبے ہوئے تھے۔ مگر اب مدینے میں آزادی ہے، اس لئے مسلمان اب آپ سے مختلف معاملات کے بارے میں سوال پوچھتے ہیں کہ اس بارے میں کیا حکم ہے، اُس معاملہ میں کیا ہدایت ہے' کیا خرچ کریں' کتنا خرچ کریں۔ جواب میں فرمایا جا رہا ہے کہ تم جو بھی بھلائی کرو یا خرچ کرو اس کے اولین حق دار تمہارے والدین' تمہارے قرابت دار' یتیم' مسکین اور مسافر ہیں۔ پھر جو تم خیرات دے رہے ہو وہ تھوڑی ہے یا زیادہ اللہ اس کو جانتا ہے۔ اگر تم اس انداز سے دے رہے ہو کہ دائیں ہاتھ سے دیتے ہوئے بائیں ہاتھ کو اس کی خبر نہیں تو بھی اللہ کو معلوم ہے کہ تم نے کیا دیا ہے۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ اب تم پر جنگ فرض کر دی گئی ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے۔ اس لئے کہ جنگ میں تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔ جو شخص میدانِ جنگ میں چلا گیا اس نے اپنی جان کا رسک تو لے لیا' اب نصیب ہوئے تو واپس آ جائیں گے ورنہ شہادت پا لیں گے۔ بظاہر تو یہ بات نفس انسانی کو پسند نہیں ہے۔ مگر یہاں واضح کیا جا رہا ہے کہ اے مسلمانو! عین ممکن ہے کہ تم کسی شے کو ناپسند کرو حالانکہ اس میں تمہارے لئے خیر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لئے نقصان کا موجب ہو کیونکہ اصل حقیقت تو اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ یوں سمجھئے کہ تم تو کوتاہ بین ہو تمہیں صرف سامنے کی چیز نظر آ رہی ہے۔ تمہیں یہ خبر نہیں کہ اس شر کے پیچھے بہت بڑا خیر چلا آ رہا ہے۔ اور یہ جو ظاہری خیر ہے اس کے پیچھے بہت بڑا شر لگا ہوا ہے۔ اصل حقیقت تو اللہ ہی جانتا ہے لہٰذا جو اللہ کا حکم ہے وہ کر گزرو اور پھر اُسی پر بھروسہ کرو۔

اے نبیؐ یہ آپ سے محترم مہینوں کے بارے میں پوچھ رہے ہیں کہ ان میں جنگ کا معاملہ کیسا ہے۔ ہوا یوں کہ حضورؐ نے وادی نخلہ میں ایک چھوٹا سا دستہ بھیجا جس کی کفار کے ایک قافلے کے ساتھ مڈبھیڑ ہو گئی اور ایک کافر مارا گیا حالانکہ اشہر حرم شروع ہو چکے تھے اگرچہ یہ غلط فہمی میں ہوا لیکن کفار نے اس پر بڑا پروپیگنڈا کیا کہ یہ محمدؐ کے ساتھی کیسے ہیں کہ انہوں نے محترم مہینے کی بے حرمتی کر دی۔ اس پر اشہر حرم کے متعلق پوچھا گیا تو جواب دیا گیا کہ اے نبی ان محترم مہینوں میں جنگ کرنا بہت بُری بات ہے لیکن یہ کافر جو اللہ کے راستے سے روک رہے ہیں' مسجد حرام میں عبادت سے مسلمانوں کو محروم رکھ رہے ہیں' مزید یہ کہ انہوں نے مکہ والوں کو مکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا ہے تو درحقیقت یہ اس سے بھی بری بات ہے۔ اشہر حرم میں اگر تھوڑی سی مڈبھیڑ ہو گئی جس میں ایک کافر مارا گیا تو اتنا شور اٹھا دیا ہے لیکن ان لوگوں کو اپنے جرائم یاد نہیں۔ یہ کفر کر رہے ہیں' لوگوں کو حج اور عمرے سے روک رہے ہیں۔ لوگوں کو ان کے گھروں سے نکال رہے ہیں تو یہ جرم جو کر رہے ہیں اُس سے کہیں بڑے ہیں۔ جبکہ فتنہ قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔ اور اے مسلمانو! یہ کفار مکہ تم سے جنگ جاری رکھیں گے اور یہ پوری کوشش کریں گے کہ تمہیں تمہارے دین سے مرتد کر دیں۔ جو کوئی دین سے پھر گیا اور پھر اسی حال میں اس کی موت واقع ہو گئی تو ایسے لوگوں کے تمام اعمال دنیا و آخرت میں اکارت جائیں گے اور یہ جہنم میں داخل ہوں گے اور وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

چوہدری رحمت اللہ بٹر

مقام و مرتبے میں اعتدال کی روش

فرمانِ نبویؐ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا مُحَمَّدُ! یَا سَیِّدَنَا وَابْنُ سَیِّدِنَا وَخَیْرَنَا وَابْنُ خَیْرِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَا اَیُّھَا النَّاسُ عَلَیْکُمْ بِتَقْوَاکُمْ وَلَا یَسْتَھْوِیَنَّکُمْ ((وَفِیْ رِوَایَۃٍ : قُوْلُوْا بِقَوْلِکُمْ' وَلَا یَسْتَجِرُّکُمْ)) الشَّیْطَانُ' اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ' عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ' وَاللّٰہِ مَا اُحِبُّ اَنْ تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ مَنْزِلَتِی الَّتِیْ اَنْزَلَنِیَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ)) (اخرجہ الامام احمد والبیھقی فی دلائل النبوۃ)

''حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے آپؐ کو مخاطب کر کے کہا اے ہمارے سردار ہمارے سردار کے بیٹے اور ہم میں سے بہترین اور ہم میں سے بہترین کے بیٹے۔ اس پر رسول اللہؐ نے فرمایا ''اے لوگو! تمہیں تقویٰ کا اختیار کرنا لازم ہے اور شیطان تمہیں بہکا نہ دے۔ میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول ہوں۔ اللہ کی قسم مجھے پسند نہیں ہے کہ مجھے میرے مقام سے اوپر اٹھاؤ جو اللہ نے میرا مقام مقرر کیا ہے''۔

امتوں میں جب خرابی آتی ہے تو اسی بنیاد پر کہ وہ اپنے انبیاء و رسل کے مقرب الی اللہ ہونے کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور اسی بنیاد پر سمجھ بیٹھتے ہیں کہ ان سے نسبت ہونا ہی ان کی نجات کا ذریعہ ہے لہٰذا جو ذمہ داری انبیاء چھوڑ کر جاتے ہیں وہ بھول جاتے ہیں اور اپنے آپ اللہ کے چہیتے سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں وہ اُمت خود کو عمل سے فارغ سمجھنے لگتی ہے۔ جیسا کہ پہلے یہود کا حال تھا یا آج ہمارا ہے۔

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روڈ میپ کی ناکامی مقدر رہے!

ہفتۂ رواں کے دوران میں مشرقِ وسطیٰ کے امریکی امن منصوبے (روڈ میپ) کے مرحلۂ اوّل کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اردن میں فلسطینی وزیراعظم محمود عباس اور اسرائیلی وزیراعظم ایریل شیرون' امریکی صدر جارج ڈبلیو بش کی صدارت میں سربراہ کانفرنس کریں گے۔ (روڈ میپ کی اطلاع کے لئے ملاحظہ ہو ''ندائے خلافت'' کا شمارہ 16' بابت 14 مئی 2003ء) مذکورہ سربراہ کانفرنس کو کامیابی کی راہ پر ڈالنے کے لئے 29 مئی کو مقبوضہ بیت المقدس میں شیرون کے دفتر میں اسرائیل اور فلسطین کے دونوں وزرائے اعظم کے درمیان پیشگی مذاکرات ہوئے۔ ان مذاکرات کے بعد اسرائیل نے فلسطینیوں کو مراعات دینے کے لئے چند اقدامات کا اعلان کیا ہے' جن میں مقبوضہ فلسطینی علاقے مرحلہ وار خالی کرنے' ناجائز یہودی بستیاں گرانے' سو فلسطینی قیدیوں کی رہائی' فلسطینی انتظامیہ کو ادا کئے جانے والے ٹیکسوں میں اضافے' 25 ہزار فلسطینی کارکنوں کو اسرائیل میں ملازمتوں پر آنے جانے کی اجازت' غزہ اور مغربی کنارے کی ناکہ بندی ختم کرنے اور ان کا کنٹرول فلسطینی حکام کے حوالے کرنے کے اقدامات شامل ہیں۔

ان اقدامات کے جواب میں اسرائیلی وزیراعظم نے فلسطینی انتظامیہ سے مطالبہ کیا ہے کہ ''باقاعدہ'' مذاکرات شروع کرنے کے لئے اسرائیلی باشندوں پر حملے بند کئے جائیں۔ دہشت گرد تنظیموں (حماس' جہاد اسلامی' القاسم بریگیڈ وغیرہ) کے خلاف کارروائی کی جائے۔ اور غیر قانونی ہتھیار ضبط کئے جائیں۔ انہوں نے خبردار کیا کہ اگر فلسطینی علاقے میں یہودیوں کی زندگی کو لاحق خطرات پر قابو پانے میں فلسطینی حکام ناکام رہے تو اسرائیلی فوج بھی ضرور کارروائی کرے گی۔

دوسری طرف حماس اور دیگر فدائی تنظیموں نے اسرائیل پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے اس سے کسی بھی قسم کے مذاکرات کو محض وقت کا ضیاع قرار دیا ہے' جس کا تازہ ثبوت یہ ہے کہ اسرائیل نے سو فلسطینی قیدیوں کی رہائی کا جو اعلان 29 مئی کو کیا تھا' وہ تیس مئی کو ملتوی کر دیا گیا۔ فدائین نے ایک اخباری بیان میں کہا ہے کہ سب کے لئے ہمارا یہ کھلا اور واضح پیغام ہے کہ ہتھیار ہماری زندگی ہیں' جس نے انہیں (اشارہ فلسطینی وزیراعظم محمود عباس کی طرف ہے) لینے کی کوشش کی' اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے' جس نے بھی ''امریکی روڈ میپ'' سے تعاون کیا' اس کا یہ اقدام فلسطینیوں کی نظر میں اسرائیل کے غیر قانونی اور مجرمانہ قبضے کا ساتھ دینے کے مترادف ہوگا۔

اسرائیل کے لئے نوجوان فلسطینیوں میں اس سوچ کا اصل سبب وہ ناقابلِ تردید واقعات و حقائق ہیں' جن کا سلسلہ فلسطین کی سرزمین پر اسرائیل کے ناجائز قبضے سے لے کر موجودہ صورتِ حال تک پھیلا ہوا ہے۔ اسرائیل کی کہانی سازش' دھوکے اور فریب سے عبارت ہے۔ عدل و انصاف کے کسی اصول کی رُو سے فلسطین پر اسرائیلی قبضے کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسرائیل کی منظم ریاستی جارحیت' دہشت گردی اور نام نہاد مہذب امریکا و برطانیہ کی مکمل پشت پناہی سے نمٹنے کا اس کے سوا کوئی راستہ نہیں رہ گیا ہے کہ وہ اپنے سینوں سے بم باندھ کر جارح دشمن سے ٹکرا جائیں۔ اسرائیل اور امریکا کے لئے یاسر عرفات کو محصور کر کے انہیں فلسطینی معاملات سے الگ کرنا اور محمود عباس جیسی امریکا نواز شخصیت کو آگے لانا تو آسان ہے' لیکن فلسطینی عوام کے جذبۂ شہادت کو کچلنا ممکن نہیں۔ خود اسرائیلی قیادت کے اندر تضادات موجود ہیں۔ اسرائیلی وزیر دفاع نے فلسطین میں یہودی بستیاں منہدم کرانے سے انکار کر دیا ہے۔ صدر بش کی انتظامیہ میں شامل مضبوط یہودی لابی اور دائیں بازو کی سخت گیر اور متعصب کرسچین لابی کسی قیمت پر مقبوضہ بیت المقدس کو مسلمانوں کو واپس دینے کے حق میں نہیں ہیں۔

بات صرف اتنی نہیں ہے کہ اگر اسرائیل نے اپنے موجودہ اقدامات و اعلانات پر پورے اخلاص سے عمل کیا تو ساٹھ سالہ خون ریزی کا خاتمہ ہو کر امن و امان قائم ہو جائے گا' اصل بات یہ ہے کہ جب اقدامات و اعلانات میں مکاری' چال بازی اور فریب صاف نظر آ رہے ہوں' وہاں خلوص و اخلاص جیسے جذبے کہاں سے آئیں گے۔ ایسی صورت میں اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ ''روڈ میپ'' کی ناکامی مقدر رہے۔

''ادارۂ تحریر''

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

جلد 12 شمارہ 20

5 تا 11 جون 2003ء

(۴ تا ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ)

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خان

ادارۂ تحریر: سید قاسم محمود' مرزا ایوب بیگ

سردار اعوان' محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد مختار' طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور

فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110

E-Mail:markaz@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ: 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک ...... 250 روپے

بیرون پاکستان

☆ یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ

.... 1500 روپے

☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ

.... 2200 روپے

ایڈیٹر کی ڈاک

❁ ملک عبدالرشید عراقی کا تازہ خط موصول ہوا لکھتے ہیں:

''آپ نے جس شایانِ شان طریقے سے ''عراق نمبر'' شائع کیا ہے۔ اُس پر میری طرف سے دلی مبارکباد قبول فرمائیے۔ یہ خصوصی شمارہ عراق کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کرتا ہے۔ تاریخ عالم اور تاریخ اسلام کے طالب علم کے لئے یہ شمارہ انتہائی مفید ہے۔ آپ نے اب تک ''ندائے خلافت'' کے جتنے بھی خصوصی نمبر شائع کئے ہیں' وہ اپنے موضوعات کے اعتبار سے بڑے جامع اور معلوماتی ہیں۔ آپ نے ''تحریکِ پاکستان نمبر'' اور ''خلافت نمبر'' شائع کرنے کا جو اعلان کیا ہے' تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے انتہائی مفید ہوگا۔ آپ جس طرح مختلف موضوعات پر خصوصی نمبر شائع کررہے ہیں اسی طرح پوری دنیا اور برصغیر پاک و ہند کی ممتاز علمی شخصیات پر بھی خصوصی یادگاری نمبر شائع کرنے کا پروگرام بنائیں' امید ہے کہ آپ میری اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے ضرور اس طرف توجہ فرمائیں گے۔

[پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ]

❁ یہ خط شکور عالم صاحب نے ڈاک سے نہیں بلکہ انٹرنیٹ کے ذریعے بھیجا ہے۔ رسم الخط انگریزی یعنی رومن ہیں' لیکن عبارت اردو میں ہے۔ فرماتے ہیں:

''ندائے خلافت کا ''عراق نمبر'' ایسی خوبصورت اور جامع دستاویز ہے کہ الفاظ میں اس کی تعریف بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ اب معلوم ہوا کہ کوزے میں دریا بند کرنا کسے کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ اور سب احباب کو مزید ہمت اور استقامت عطا کرے۔ اور آپ کی سعی کی قبولیت ہو''۔

[''عراق نمبر کے بارے میں اتنے تعریفی خطوط موصول ہورہے ہیں کہ سب کی اشاعت مناسب معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اس سے خودتعریفی اور تعلّی کا پہلو نکلتا ہے۔ ہم بس سودا کا یہ شعر گنگنا کر رہ جاتے ہیں:

سودا جو تیرا حال ہے' اتنا تو نہیں وہ
جانے تجھے اس نے کس آن میں دیکھا

''عراق نمبر'' کے بارے میں ایک بات بتانا ضروری ہے کہ یہ دراصل ''ندائے خلافت'' کے فلسطین نمبر کا دوسرا حصہ ہے۔ فلسطین نمبر اور عراق نمبر کو ملا کر پڑھنا چاہئے کیونکہ فلسطین اور عراق دونوں کی موجودہ صورتِ حال میں قدرِ مشترک صیہونیت ہے]

❁ جاوید میر' اونٹاریو' کینیڈا سے لکھتے ہیں:

''ندائے خلافت'' میں آپ نے ''ایڈیٹر کا صفحہ'' شروع کیا ہے اور دعوتِ عام دی ہے کہ ''ندائے خلافت'' میں شائع شدہ مضامین پر تبصرہ آرائی کے علاوہ قارئین ملکی حالات' ملّی مسائل اور دیگر قابلِ ذکر امور پر اپنے خیالات سے انتہائی اختصار کے ساتھ مطلع فرمائیں۔ میں کینیڈا سے ایک ماہ کی رخصت پر پاکستان آیا ہوں۔ کئی سال سے بہ سلسلۂ روزگار کینیڈا کے شہر اونٹاریو میں مقیم ہوں' اور چند روز کے بعد واپس چلا جاؤں گا۔ یہاں رہ کر معلوم ہوا کہ پاکستان کے حالات کس قدر سنگین ہیں۔ اسمبلیوں میں ''جوتم پیزار'' ہوتی ہے۔ اسمبلی کی خواتین ارکان ایک دوسرے پر پنجابی فلموں کے ہیرو کی طرح بڑھکیں مار کر حملہ کرتی ہیں لیگل فریم آرڈر اور صدر کے آئینی اختیارات وغیرہ پر مکالمے اور مذاکرات کی بجائے ہڑتالوں اور احتجاج کی دھمکیوں کا سہارا لیا جاتا ہے۔ بہت ہی نچلی سطح کی سیاست ہورہی ہے۔ سیاست دانوں سے جس رواداری' دانائی اور تحمل کی توقع ہوتی ہے وہ پاکستانی سیاست دانوں میں بالکل مفقود ہے۔ ناچیز کی رائے میں پاکستان اور ہندوستان کا بھی سب سے بڑا اور اہم ترین مسئلہ کشمیر ہے۔ جس نے دونوں ملکوں کی ترقی کو روک رکھا ہے۔ اب امریکا نے کشمیر کا نقشہ ہی بدل ڈالا ہے اور اس کی تقسیم کا نقشہ اس طرح پیش کیا ہے کہ آزاد کشمیر کے وزیراعظم سکندر حیات خان نے بھی اس کی قبولیت کا اعلان کردیا ہے۔ کوئی کشمیریوں سے نہیں پوچھتا آخر ان کے منہ میں بھی زبان ہے۔ میں بھی کشمیری ہوں۔ اگر اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق کشمیر ابتدا ہی میں پاکستان کے ساتھ بذریعہ استصوابِ رائے شامل ہوجاتا تو یہ پاکستان اور کشمیر دونوں کے لئے خوش قسمتی ہوتی' لیکن **1954**ء کے بعد جس طرح پاکستان میں جمہور اور جمہوریت کو کچلا گیا ہے اور جس طرح مسلسل فوجی حکمرانی نے پاکستان کو اس کے اصل نصب العین کے مخالف سمت میں دوڑایا ہے' اسے دیکھتے ہوئے کشمیریوں کی یہ سوچ بالکل درست ہے کہ کشمیر و جموں بجائے خود ایک آزاد اور خودمختار مملکت ہونی چاہئے' جیسا کہ مارشل اصغر خان نے بھی اس خیال کی تائید کی ہے اور اب بہت سے دیگر رہنما بھی ایسا سوچنے لگے ہیں۔ اُدھر بھارت بھی ان پچاس برسوں میں کشمیریوں کا دل جیتنے میں کامیاب نہیں ہوسکا' بلکہ گزشتہ دس بارہ برسوں میں بھارت نے کشمیریوں پر ایسے مظالم ڈھائے ہیں کہ عام شہری انڈیا سے نفرت کرتا ہے اور بھارت کی غلامی سے جلد از جلد چھٹکارا چاہتا ہے...... معاف کیجئے گا میں کسی قدر جذبات میں بہہ گیا۔ مجھے پاکستان سے اتنی ہی محبت ہے' جتنی کشمیر سے ہے۔ آپ ''تحریک پاکستان نمبر'' شائع کرنے والے ہیں۔ بصد شوق انتظار رہے گا۔

ایڈیٹر کی ڈاک

یہ صفحہ قارئین محترم کے خطوط سے مرتب کیا جاتا ہے' اس لئے آپ کو دعوتِ عام ہے کہ ''ندائے خلافت'' کے مضامین کے علاوہ ملکی حالات' ملّی مسائل اور دیگر قابلِ ذکر امور پر اپنے خیالات سے انتہائی اختصار کے ساتھ' ہمیں اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے اپنے بھائی بہنوں کو مطلع فرمائیے!

منبر و محراب

مطالعہ سورۂ بنی اسرائیل

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 30 مئی 2003ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی تین آیات کا ہم پچھلے جمعہ مطالعہ کر چکے ہیں۔ پہلی آیت میں واقعۂ معراج کے پہلے حصہ کا ذکر ہے۔ اب آگے بنی اسرائیل کی تاریخ کا ذکر ہے' فرمایا:

''اور ہم نے اس بات کو صاف کہہ سنایا کتاب میں کہ تم زمین پر دو مرتبہ فساد برپا کرو گے اور سرکشی کی تمام حدود پھلانگ جاؤ گے''۔

یہ اصل میں تمہید ہے ان کے عروج و زوال کی داستان کی کہ جس میں انہیں دو مرتبہ بدترین زوال سے دوچار ہونا پڑا۔ یعنی ایک مرتبہ انہیں عروج حاصل ہوگا' پھر ان میں سرکشی آئے گی اور معصیت اور منکرات ان کے اندر پھیل جائیں گی۔ چنانچہ سزا کے طور پر ان کی پیٹھ پر اللہ کے عذاب کا کوڑا برسے گا۔ اس کے بعد اللہ انہیں توبہ اور اصلاح کی توفیق دے گا اور انہیں پھر سربلندی اور عروج حاصل ہوگا۔ پھر دوبارہ ان میں وہی خرابیاں در آئیں گی یعنی اللہ' اس کے رسول اور کتاب و شریعت سے بے وفائی کا معاملہ ہوگا تو دوسری بار پھر شامت آئے گی۔

اس کی تفصیل اگلی آیات میں یوں بیان ہو رہی ہے:

''جب پہلے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے تم پر اپنے وہ بندے مسلط کر دیئے جو بڑے جنگجو تھے' وہ تمہاری بستیوں میں گھس گئے۔ اور اللہ کی طے شدہ بات تو پوری ہو کر رہی۔ پھر ہم نے تم پر باری لوٹا دی اور تمہاری مدد کی مال و اولاد کے ذریعہ سے اور ہم نے تمہیں تعداد میں بہت زیادہ بنا دیا۔ اگر تم نے کوئی بھلائی کی تو اپنے لئے کی اور اگر تم نے بری روش اختیار کی تو اس کا وبال بھی تم پر آنا تھا اور جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو پھر ہم نے اپنے بندے مسلط کر دیئے تاکہ وہ تمہارے حلیے بگاڑ دیں اور وہ مسجد میں داخل ہو جائیں جیسے پہلی بار داخل ہوئے تھے تاکہ وہ تباہ و برباد کر دیں ہر اس چیز کو جس پر ان کا بس چلے''۔

یہ کہنا غلط نہیں کہ اقوام اپنی تقدیر خود بناتی ہیں۔ اقوام کے افعال و اعمال ہی اس کی تقدیر کا تانا بانا بنتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان امت زبان و اعمال سے اللہ کی شکر گزاری کرے تو اسے عروج حاصل ہوتا ہے اور اگر اخلاقی انحطاط کا شکار ہو کر اللہ کے احکام کو پس پشت ڈال دے اور ناشکری کا رویہ اپنائے تو وہ دنیا میں بھی ذلیل و رسوا ہو جایا کرتی ہے۔

یہ آیات بتا رہی ہیں کہ ان کے مقدس مقام ہیکل سلیمانی کو دوسری بار بھی اسی طرح شہید کر دیا گیا جیسے پہلی بار کیا گیا تھا۔ یعنی دونوں مواقع پر بیت المقدس کی حرمت اس طرح پامال ہوئی کہ ہیکل سلیمانی کی بنیادیں تک کھود ڈالی گئیں اور لاکھوں افراد قتل ہوئے۔

یہ ہے چند آیات میں بنی اسرائیل کی تاریخ کا خلاصہ۔ آگے فرمایا:

''ہو سکتا ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے۔ اگر تم نے وہی کچھ کیا تو ہم بھی پھر وہی کچھ کریں گے۔ اور ہم نے جہنم کو ایسا بنا دیا کہ اس نے کافروں کو گھیرا ہوا ہے''۔

اگلی آیت میں بتایا گیا کہ اللہ کی رحمت کے حصول کا کیا طریقہ ہے:

''بے شک یہ قرآن ہے جو رہنمائی کرتا ہے اس راستے کی طرف جو بالکل سیدھا ہے۔ اور خوشخبری سناتا ہے ان ایمان والوں کو جو اچھے اعمال کرتے ہیں کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے''۔

قرآن مجید وہ ہدایت نامہ ہے جو صراط مستقیم کی نشاندہی کرنے والا ہے۔ اگر اللہ کی رحمت میں آنا ہے تو لازم ہے کہ قرآن پر ایمان لاؤ۔ اور قرآن پر ایمان لانے کا مطلب نبی اکرمﷺ پر ایمان بھی ہے۔ یہ دراصل یہود کو دعوت دی جا رہی ہے کہ اگر قرآن اور ہمارے رسولﷺ پر ایمان لے آؤ گے تو اس ذلت سے بچ جاؤ گے جو تم پر ہماری طرف سے سزا کے طور پر مسلط کر دی گئی ہے۔

اب ان آیات کے حوالے سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کی تاریخ کے چار ادوار پر ایک نظر ڈال لی جائے' جس میں دو مرتبہ کا عروج اور دو مرتبہ کا زوال ہے۔

قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کا ذکر سب سے زیادہ ہے۔ اس لئے ان کی تاریخ کا ایک نقشہ سامنے رہنا چاہئے تاکہ ہم مسلمان بنی اسرائیل کی تاریخ کے آئینہ میں اپنی تصویر دیکھ سکیں۔ جیسا کہ حضورﷺ کا فرمان ہے:

''میری امت پر بھی لازماً وہ تمام حالات آ کر رہیں گے جو بنی اسرائیل پر آئے تھے بالکل ایسے کہ ایک جوڑے کی دو جوتیوں میں سے ایک جوتا دوسرے کے مشابہ ہوتا ہے۔ (جامع ترمذی)

تاریخ بنی اسرائیل کو امت کا درجہ حضرت موسیٰؑ کے دور میں حاصل ہوا جب حضرت موسیٰؑ کو تورات عطا کی گئی۔ اور یہ قریباً 14 سو قبل مسیح کا واقعہ ہے۔ حضرت موسیٰؑ جب مصر سے اپنی قوم کو لے کر نکلے ہیں اور صحرائے تیہ میں اللہ نے ان پر اپنی نعمتوں کا ظہور اس طرح کیا کہ لق و دق صحرا میں بادل ان پر سائبان کئے رہا' ان کے لئے من اور سلویٰ اتارا گیا' ان کے لئے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ لیکن جب جہاد کا وقت آیا تو لڑنے سے صاف انکار کر دیا' بلکہ کہا کہ اے موسیٰؑ جاؤ تم اور تمہارا رب جا کر جنگ کرو' جب دشمن اس شہر سے نکل جائے گا تو ہم وہاں داخل ہوں گے۔ اس نافرمانی کا نتیجہ یہ نکلا کہ چالیس سال تک اس صحرا میں بھٹکتے رہے۔ اس عرصہ میں حضرت موسیٰؑ کا انتقال ہو گیا اور حضرت ہارونؑ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ حضرت موسیٰؑ کے پہلے خلیفہ یوشع بن نون کی سرکردگی میں صحرا میں پلنے والی نئی نسل نے جہاد کیا اور فلسطین فتح کر کے وہ یہاں آباد ہو گئے۔ یہاں سے ان کے عروج کی داستان شروع ہوتی ہے۔ اگرچہ پہلے تین سو سال تک کوئی مستحکم حکومت قائم نہ ہوئی۔ لیکن اس کے بعد طالوت و جالوت کی جنگ کا واقعہ پیش آیا' جس کا ذکر سورۃ البقرہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت طالوت کو قوم کا سپہ سالار مقرر کیا' ان کی زیر قیادت انہوں نے جہاد کیا اور اس کے بعد ان کی جو حکومت قائم ہوئی۔ اس کے پہلے فرمانروا حضرت طالوت تھے۔ پھر حضرت داؤدؑ اور ان کے بعد حضرت سلیمانؑ ان کے بادشاہ بنے۔ یہ تقریباً سو سال کا عرصہ ہے۔ یہ سو برس ان کے پہلے دور عروج کا Climax ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کے انتقال کے بعد یہ سلطنت دو حصوں میں بٹ گئی۔ ایک کا نام اسرائیل (شمالی سلطنت) تھا جس کا دارالحکومت سامریا تھا اور دوسری ریاست کا نام یہودا (جنوبی ریاست) تھا' یروشلم اس کا دارالخلافہ تھا۔ آپس کی لڑائیوں کی وجہ سے یہ کمزور ہوتے چلے گئے۔ چنانچہ ان پر اللہ کے عذاب کا پہلا کوڑا برسا اور تقریباً سات سو ق م میں اشوریوں نے ان پر حملہ کیا اور شمالی سلطنت کو ختم کر دیا۔ اس کے بعد بیبیلونیا (عراق) کے بادشاہ نمرود نے جس کا نام بخت نصر تھا 587 ق م میں حملہ کیا اور لاکھوں یہودی قتل کئے اور بیت المقدس کو بھی مسمار کر دیا۔ تقریباً چھ لاکھ افراد کو اسیر بنا کر اپنے ساتھ لے گیا۔ اور تقریباً 150 برس تک یہ لوگ وہاں غلام رہے۔ یہ

ان کے پہلے دور زوال کی انتہا ہے۔ پھر حضرت عزیرؑ کے ہاتھوں اس وقت ان کا احیاء ہوا جب ایران کے بادشاہ ذوالقرنین نے عراق پر حملہ کیا اور عراق فتح کر کے بنی اسرائیل کو آزاد کر دیا تو یہ دوبارہ فلسطین میں آ کر آباد ہوئے۔ یہ بات پچھلی صدی تک پوری طرح سے واضح نہیں تھی کہ ذوالقرنین کون تھا' اس پر بہت تحقیق ہوئی ہے' جس کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ یہ ایران کا بادشاہ کے خسرو یا کیخورس تھا جس نے عراق کو فتح کر کے بنی اسرائیل کو رہائی دلائی تھی۔ اس کا ثبوت بھی مل گیا ہے کہ ایک مجسمہ دریافت ہوا جس میں کیخورس نے جو تاج سر پر پہنا ہوا ہے اس میں دو سینگ ہیں۔ ذوالقرنین کا مطلب دو سینگوں والا ہے۔ دراصل اس نے ایران کی بنی ہوئی دو مملکتوں میڈیا اور پارس کو ملایا تھا یعنی ان کو جوڑ کر ایک حکومت بنائی تھی اور علامت کے طور پر تاج کے اندر دو سینگ لگائے تھے۔ بہرحال حضرت عزیرؑ نے بنی اسرائیل میں دوبارہ ان میں ایمان و تقویٰ کی روح پیدا کی اور یہ قوم ترقی کرنے لگی اور اللہ نے ان پر اپنی رحمت کی' اس دور کا آغاز 450 ق م سے ہوتا ہے۔ اسی دور میں بنی اسرائیل کی تاریخ کی سب سے بڑی مکابی حکومت قائم ہوئی۔ اور اس کے عروج کا عرصہ 170 ق م سے 67 ق م تک کا ہے۔ یہ ان کے دوسرے دور عروج کا Climax ہے۔ پھر وہی ہوا

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول' طاؤس و رباب آخر

یہ پھر عشرت کدوں کو آباد کرنے لگے اور عیاشیوں میں پڑ گئے تو دوسرے دور زوال کا آغاز ہوا اور 63 ق م میں رومن جنرل پومپائی کے ہاتھوں برسا' جس نے یروشلم کو فتح کیا لیکن رومیوں نے علامتاً ان کی حکومت قائم رکھی' اگرچہ اصل حکومت رومن ہی کی تھی۔ یہ وہ عرصہ ہے جس میں حضرت عیسیٰؑ کی بعثت ہوئی۔ یہودی علماء نے حضرت عیسیٰؑ کی مخالفت کی اور ان کے معجزات کو جادو کہا اور انہوں نے رومیوں سے درخواست کی کہ یہ مرتد ہے اور ہمارا سب سے بڑا مجرم ہے اسے پھانسی لٹکایا جائے۔ یوں اپنے بس پڑتے انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو سولی پر چڑھوا دیا' اگرچہ انہیں اللہ تعالیٰ نے بچا لیا اور انہیں اپنی طرف اٹھا لیا۔ اس واقعہ کے بعد تقریباً 70 عیسوی میں ان پر عذاب کا سخت ترین کوڑا برسا ہے۔ اور رومن جنرل ٹائٹس نے یروشلم پر حملہ کر کے ایک لاکھ سے زیادہ افراد کو قتل کیا اور دوبارہ مسجد اقصیٰ کو شہید کیا' یہ دوسرا وعدہ تھا۔ اس وقت سے یہ فلسطین سے نکالے گئے ہیں اور پوری دنیا میں بکھر گئے اور در بدر ٹھوکریں کھاتے رہے۔ اب 1948ء میں فلسطین میں ان کی اسرائیلی ریاست وجود میں آئی ہے۔ اتنا طویل عرصہ ان پر جو گزرا اسے یہ ڈایا سپورا کہتے ہیں۔ بیت المقدس جو 70ء میں منہدم کیا گیا تھا اب تک مسمار ہے۔ آج کل وہ اس کی بنیادیں تلاش کر رہے ہیں کہ انہی بنیادوں پر تھرڈ ٹیمپل کی تعمیر کی جائے۔

بہرکیف یہ ہیں آنحضور ﷺ کی بعثت تک گزرنے والے دو ادوار' اس وقت انہیں کہا گیا کہ جو ہوا سو ہوا لیکن اب بھی در توبہ تمہارے لئے کھلا ہے۔ اس قرآن پر ایمان لاؤ' یہ اللہ کے دامن رحمت کو تھامنے کا ذریعہ ہے۔ لیکن انہوں نے قبول نہ کیا اور ان کا زوال سابقہ صدی تک چلتا رہا۔

اب ان کا عروج کس بنیاد پر ہے اس کا بھی قرآن مجید میں اشارہ موجود ہے کہ یہ اب دنیا میں کہیں بھی ہوں ذلت و رسوائی ان کا مقدر بنی رہے گی' سوائے یہ کہ اللہ کا سہارا انہیں حاصل ہو جائے یا پھر وقتی طور پر دوسرے لوگوں کی مدد سے انہیں کچھ اچھے دن دیکھنے کو مل جائیں۔

چنانچہ آج وہ امریکہ کے ذریعے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ گریٹر اسرائیل کا قیام اور تھرڈ ٹیمپل کی تعمیر ہی ان کا اصل پروگرام ہے۔ چونکہ انہیں معلوم ہے کہ ان کے اس پروگرام میں مسلمان ہی رکاوٹ بن سکتے ہیں' لہٰذا وہ امریکہ کو عالم اسلام کے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔ اسرائیل کی صورت میں یہود کی حالیہ شیرازہ بندی صرف موجودہ امت مسلمہ کو اس کے گناہوں کی سزا دینے کے لئے ہے۔ امت مسلمہ اللہ کے دین کو قائم نہ کر کے دین سے بے وفائی کی مرتکب ہوئی ہے اور اسی کی پاداش میں وہ آج مصائب کا شکار ہے۔ اس عذاب سے چھٹکارے کا ایک ہی راستہ ہے کہ مسلمان اللہ کی رسی یعنی قرآن کو مضبوطی سے تھام کر اس پر عمل پیرا ہو جائیں۔

یورپ اور یہود

یہ عیش فراواں' یہ حکومت' یہ تجارت
دل سینۂ بے نور میں محروم تسلی!
تاریک ہے افرنگ مشینوں کے دھوئیں سے
یہ وادیٔ ایمن نہیں شایان تجلی!
ہے نزع کی حالت میں یہ تہذیب جوانمرگ
شاید ہوں کلیسا کے یہودی متولی!
(اقبال)

فلسطینی عرب سے

زمانہ اب بھی نہیں جس کے سوز سے فارغ
میں جانتا ہوں' وہ آتش ترے وجود میں ہے!
ترے دوا نہ جنیوا میں ہے' نہ لندن میں
فرنگ کی رگ جاں پنجۂ یہود میں ہے!
سنا ہے میں نے غلامی سے امتوں کی نجات
خودی کی پرورش و لذت نمود میں ہے
(اقبال)

ضرورت رشتہ

نیک سیرت اسلامی ذہن رکھنے والی دوشیزہ' تعلیم MSC صاحب جائیداد' نیم فوجی سکول میں ٹیچر عمر 38 سال' اردو سپیکنگ کے لئے مناسب رشتہ درکار ہے۔ زبان اور ذات پات کی شرط نہیں۔

رابطہ: شفاء اللہ۔ گندھارا گرلز کالج' A-21 لالہ رخ' دی مال' واہ کینٹ فون نمبر: 0596-531788

تعارف کتب

''عورت: قرآن و سنت اور تاریخ کے آئینے میں''

مصنفہ: پروفیسر ڈاکٹر عابدہ علی

ضخامت: 1107 صفحات

قیمت:- /700 روپے

ملنے کا پتہ: اسلامک پبلی کیشنز' لوئر مال' لاہور

H-723 بازار نوریاں' اندرون اکبری گیٹ

لاہور (فون: 7652718)

اسلام کے حوالہ سے عورت کے موضوع پر اتنی بڑی ضخیم کتاب شاید ہی اس سے پہلے کبھی شائع ہوئی ہو۔ چھ ابواب پر مشتمل اس کتاب میں خواتین سے متعلق تمام امور کا احاطہ کیا گیا ہے۔ گویا عورت کے موضوع پر یہ کتاب ایک انسائیکلوپیڈیا ہے جس کی تیاری میں 200 سے زائد کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔
ہمارے نزدیک اس کتاب کو ہر اہم درس گاہ کی لائبریری کی زینت ہونا چاہئے۔ (سردار اعوان)

تجزیہ

شیر کا جبڑا

٭ اپوزیشن کو دو ایسے مواقع مہیا ہوئے ہیں کہ وہ انہیں پنلٹی کارنر کے طور پر استعمال کر کے حکومت کے خلاف گول سکور کرنا چاہتے ہیں ایک اسمبلی کا بجٹ سیشن اور دوسرا مشرف کا دورۂ امریکہ۔ حکومت کی یقیناً خواہش ہو گی کہ بجٹ پیش کئے جانے کے دوران قومی اسمبلی میں امن وامان قائم ہو اور سیشن smoothly چلے جبکہ اب تک کے حالات کے مطابق اپوزیشن نے اسمبلی میں بدترین ہنگامہ آرائی کر کے کسی قسم کی کارروائی کو ناممکن بنا دیا ہے۔ اگرچہ حکومت نے بھی پنجاب اسمبلی میں ٹریلر چلا کر اپوزیشن کو یہ پیغام دیا ہے کہ وہ ہنگامہ آرائی سے سختی سے نمٹے گی لیکن پنجاب اسمبلی میں جو طوفان بدتمیزی برپا کیا گیا ہے اور حکومت نے اس پر جو طرزِ عمل اختیار کیا ہے اس سے حکومت کی پوزیشن مزید خراب ہوئی ہے۔ یہی صورت حال اگر قومی اسمبلی میں بجٹ کے دوران پیدا کر دی گئی تو اس دنیا کو کیا پیغام ملے گا جو پہلے ہی پاکستان میں جمہوریت کی بحالی کو تسلیم نہیں کر رہے۔ سینٹ میں جہاں جمہوری ممالک کے حکمرانوں کا اجتماع ہو رہا ہے وہاں پاکستان کو مدعو نہیں کیا گیا۔

دوسرا موقع مشرف کا امریکہ کا دورہ ہے جو وہ اس ماہ کے تیسرے ہفتہ میں کر رہے ہیں۔ امریکہ کا طریقہ واردات یہ ہے اور خصوصاً پاکستان میں اس نے یہ انداز اپنایا ہے کہ جب کبھی اسے یہاں کے حکمرانوں سے ایسے فیصلے کروانے ہوں جو پاکستان کے مفادات کے خلاف ہوں اور عوامی ردعمل متوقع ہو تو وہ پاکستان سے رابطہ سے پہلے یہاں حکمرانوں کے خلاف طوفان کھڑا کر دیتا ہے۔ کبھی وزیراعظم اور صدر کو لڑا دیا جاتا ہے اور کبھی اپوزیشن کو مختلف انداز سے تحریک چلانے کی ترغیب دی جاتی ہے اور میڈیا کے ذریعے ایسی باتیں پھیلائی جاتی ہیں جس سے اپوزیشن کو تقویت پہنچے اور حکومت کی پوزیشن خراب ہو کبھی سویلین حکومت اور فوج میں شدید اختلافات پیدا کر دیئے جاتے ہیں مقصد یہ ہوتا ہے کہ جب ہم ان حکمرانوں کے سامنے اپنے مطالبات رکھیں تو ان کے اپنے ملک میں پاؤں اکھڑے ہوئے ہوں۔ خصوصاً اگر حکمران فوجی ہو تو امریکیوں کو آسانی رہتی ہے۔ وہ اسے بتاتے ہیں کہ تمہارے اقتدار کا انحصار صرف اور صرف ہم سے تعلقات پر منحصر ہے اور ہم تمہیں ان نازک حالات میں مکمل طور پر سپورٹ کریں گے شرط صرف یہ ہے کہ ہمارے پیش کردہ مطالبات تسلیم کئے جائیں۔ اپوزیشن کو اس ساری صورت حال کا ادراک ہے لہٰذا وہ مشرف کو کارنر کر رہی ہے کہ اپنے مطالبات تسلیم کروانے کا اس سے بہتر اور کوئی موقع نہیں ہو سکتا۔

دوسری طرف مشرف کا بھی یہ دعویٰ ہے کہ وہ ایوب یا ضیاء الحق نہیں وہ مخالفین کے لئے بالکل مختلف ثابت ہوں گے۔ پھر یہ کہ متحدہ اپوزیشن جو حکومت سے ایل ایف او پر مذاکرات کر رہی ہے باہمی طور پر زبردست اختلافات کا شکار ہے ہر اپوزیشن پارٹی کا اپنا ایجنڈا ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کا اصل ہدف اپنے جلاوطن لیڈروں کی واپسی ہے۔ ایم ایم اے اچھی طرح جانتی ہے

مرزا ایوب بیگ

کہ اسمبلیوں میں جانے کا جو موقع مقبول عوامی لیڈروں کی غیر موجودگی میں میسر آ گیا ہے وہ دوبارہ نہیں ملے گا' لہٰذا متحدہ اپوزیشن کہلانے کے باوجود مطالبات اور طرزِ عمل میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ حکومت تو مجلس عمل میں بھی نقب لگانے کے لئے کوشاں ہے اور شاید ان ہی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ کہا جا رہا ہے کہ جماعت کا حسین تو ڈٹا ہوا ہے البتہ جمعیت کا حسین کچھ کچھ پسپائی اختیار کر رہا ہے۔

حکومت کے نمائندے اس طرح کی افواہیں پھیلا کر کہ فلاں تاریخ کو اسمبلیاں معطل کر دی جائیں گی اراکین اسمبلی خصوصاً مجلس عمل کے اراکین کو خوفزدہ کر رہی ہیں۔ لہٰذا وہ علماء کرام جن کے زوردار بیان شائع ہو رہے تھے کہ 14 اگست کے بعد وردی کو ایک دن کی مہلت بھی نہیں دی جائے گی' آہستہ آہستہ بدلنے شروع ہو گئے ہیں اور جماعت اسلامی کا حسین جو چٹان کی مانند ڈٹا ہوا تھا اس نے کچھ لچک پیدا کی ہے۔ گزشتہ روز ان کا یہ بیان عام اخبارات نے شائع کر دیا کہ اگر ہمارے مطالبات تسلیم کر لئے جائیں تو وردی کو ایک سال کی مہلت دی جا سکتی ہے۔ راقم کے نزدیک ایل ایف او کے مطابق 58-2-B کا دوبارہ آئین کا حصہ بن جانا اور مشرف کا وردی اتار دینا اصل متنازعہ مسائل تھے' ان میں سے بھی مشرف کے نزدیک وردی زیب تن کئے رکھنا اہم تر تھا اگر وردی اتارنے کا کوئی ٹائم فریم طے ہو گیا تو امید کی جا سکتی ہے کہ باقی مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔

اگرچہ یہ بہت بڑی بدقسمتی ہے کہ ہمارے ہاں معاملات کا طے ہو جانا یا بگڑ جانا ہمیشہ ذاتی مفادات کے تابع رہا مگر اس مرتبہ خوش قسمتی سے حکومت اور اپوزیشن کی ایک بڑی پارٹی مجلس عمل دونوں کا مفاد یہ ہے کہ اسمبلیاں اپنی مدت پوری کر جائیں یعنی معاملات کو ذاتی مفادات ہی کے تحت طے کیا جا رہا ہے لیکن اس مرتبہ مذکورہ بالا دونوں پارٹیوں کا مفاد مثبت نتائج کے ساتھ منسلک ہے' لہٰذا دونوں طرف سے لچک کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔

اگرچہ حکومت کی یہ بات درست ہے کہ ایل ایف او عوام کا مسئلہ نہیں ہے لیکن حکومت کی کارکردگی عوام کے حقیقی مسائل کے حوالہ سے کیسی ہے؟ عوام کا مسئلہ روٹی' کپڑا' مکان' بیماری اور تعلیمی سہولتوں کا فقدان ہے۔ عوام کا مسئلہ نظریہ پاکستان کی طرف رجوع اور اس کا عملی نفاذ ہے۔ عوام کا مسئلہ پاکستان کی حقیقی آزادی اور خود مختاری ہے جو 11 ستمبر کے بعد بری طرح متاثر ہوئی ہے۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ اس حکومت کی عمر ابھی چند ماہ ہے اور اتنے قلیل عرصہ میں اتنے بڑے بڑے کام انجام نہیں دیئے جا سکتے لیکن اصل بات یہ ہے کہ اس سمت میں امور کی انجام دہی کے لئے حکومت نے اپنا رخ متعین کر لیا ہے۔ کم از کم کاغذی سطح پر ایسی پالیسیاں ترتیب دے دی گئی ہیں جن سے عوام کو ریلیف ملے' عدل اجتماعی کے قیام کی راہ ہموار ہو سکے اور عالمی سطح پر پاکستان کوئی باوقار مقام حاصل کر سکے۔

آئیڈیل صورت حال یہ تھی کہ پاکستان میں اس وقت ایسی مقبول عوامی حکومت قائم ہوتی جسے نہ صرف فوج بلکہ تمام اداروں کی مکمل پشت پناہی حاصل ہوتی۔ بیرونی چیلنج خوفناک حد تک خطرناک ہوتا جا رہا ہے۔ پینٹاگون کا یہ اعتراف کہ عراق میں وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار کی موجودگی سراسر جھوٹ تھا' ہم نے کچھ دوسری وجوہات کی بنا پر عراق پر حملہ کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی ملک پر بھی حملہ کرنے کے لئے کوئی جھوٹا عذر گھڑا جا سکتا ہے۔ آج کل وہ ایران کے درپے ہے لیکن اس کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا وہ دایاں دکھا کر بایاں مارنے کا رویہ اختیار کر سکتا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ عالم اسلام کے خلاف امریکہ کا یہ طرزِ عمل مسلم ممالک میں اتحاد پیدا کرنے کی بجائے الٹا انتشار دکھا رہا ہے اور مسلم ممالک میں دوری پیدا ہو رہی ہے اسی لئے سب کو اپنی پڑ گئی ہے اس پس منظر میں ایرانی حکومت کا یہ بیان کہ پاکستان القاعدہ کے ارکان کو ایران میں داخل ہونے سے روکے یہ عندیہ دیتا ہے کہ امریکہ القاعدہ کی سرکوبی کے لئے ایران کی بجائے پاکستان کا رخ کرے۔ حالانکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ امریکہ پاکستان سے کل کلاں اچھا برا جو بھی سلوک کرے ایران

سے کسی نہ کسی انداز میں دو دو ہاتھ ضرور کرے گا' خواہ وہ سیاسی سطح پر مداخلت کر کے مخالف حکومت کو تبدیل کر کے موافق حکومت لائے یا عسکری مداخلت کر کے جبراً مخالف حکومت تبدیل کر دے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ صدام حکومت ختم ہونے سے عراقی اور ایرانی عوام میں جو قربت پیدا ہوئی ہے جو امریکہ کو بری طرح کھٹک رہی ہے۔ شیعہ سنی مسئلہ کو بالائے طاق رکھ کر ایران پاکستان سے بھی اپنے روابط مستحکم بناتا اور افغانستان میں شمالی اتحاد جو وہاں ناکام ہوتا صاف نظر آ رہا ہے اس کی پشت سے ہاتھ کھینچ کر پاکستان اور ایران افغانستان کے بارے میں مشترکہ پالیسی اپنا لیں تو امریکہ علاقہ میں بری طرح پھنس جائے گا۔ عالم اسلام کے لئے اس وقت یہودی شکنجہ میں کسا ہوا امریکہ سب سے زیادہ خطرناک ہے لہٰذا عالم اسلام کو اپنے اس دشمن سے نمٹنے کے لئے ترجیحی اقدامات کرنے ہوں گے۔ روس چین اور یورپ بھی امریکہ کے عالمی غلبہ کے خلاف ہیں لیکن وہ انتہائی احتیاط سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ روس کو چیچنیا اور چین کو اپنے مسلمان صوبہ کا مسئلہ نہ ہوتا تو وہ زیادہ کھل کر افغانستان میں امریکی مفادات پر حملہ آور ہوتے۔ جبکہ مسلم ممالک میں امریکہ کے بارے میں متضاد رویئے اختیار کئے گئے ہیں۔ حکمران امریکہ کے سامنے مکمل طور پر بچھ گئے ہیں اور امریکی احکامات چاہے وہ مسلمانوں کے مفادات کو بری طرح مجروح کرتے ہوں بغیر حیل و حجت مقدر سمجھ کر قبول کر رہے ہیں جبکہ ان ممالک کی مذہبی اور دینی جماعتیں بغیر کسی تیاری اور بغیر کسی منصوبہ بندی کے اور اسلحہ اور طاقت کے ناقابل بیان عدم توازن کے محض جوش و جذبہ اور نعرہ بازی کی بنیاد پر میدان میں اترنا چاہتے ہیں بلکہ اتر چکے ہیں۔ اس صورت حال نے امریکہ کا کام بہت آسان کر دیا ہے۔ اگرچہ عالم اسلام کا امریکہ سے ٹکرانا ناگزیر نظر آ رہا ہے لیکن آزادی اور خود مختاری سے دستبردار ہو کر امریکہ کے آگے بچھ جانا بھی غلط ہے اور طاقت کے توازن کو ختم کئے بغیر بڑکیں لگانا بھی غلط ہے۔ پھر یہ کہ مضبوط بنیاد فراہم کئے بغیر عالم اسلام کے زبردست اتحاد کی محض ڈینگیں مارنا بھی غلط ہے اور سب سے پہلے پاکستان کا رویہ بھی غلط ہے۔ ستر کی دہائی میں تیل کو بطور ہتھیار استعمال کرنے کا اعلان اور او آئی سی کے ذریعے عالم اسلام کے اتحاد کا نعرہ قبل از وقت اور بنیادی امور پر توجہ دیئے بغیر لگایا گیا تھا۔ یہی کام اگر خاموشی سے اور ہوم ورک مکمل کر کے کیا جائے تو راقم کی نظر میں امریکی جن کو قابو کرنے میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر مسلمان ملک معاشی لحاظ سے خود کفالت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں مجاہدانہ عزم کے ساتھ کود جائے اور سیاسی سطح پر اپنے عوام کا اعتماد حاصل کرے یہی وہ راستہ ہے جس سے سفید سامراج کے خطرناک عزائم کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ توقع رکھنا عبث ہے کہ اس مادی دور میں باطل نظام کے ہوتے ہوئے ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کا اصول بدل سکے گا۔ لہٰذا 20 جون کو کیمپ ڈیوڈ میں مقروض اور کمزور ملک کا غیر نمائندہ صدر شیر کے جبڑے سے کیا چھین سکے گا؟ اور یہ تو سب جانتے ہیں کہ بھوکے شیر کے سامنے منت سماجت بے معنی ہوتی ہے۔

کتاب نما

کائنات کے اُس پار

نئی کتاب کا تعارف

✱ زیر نظر کتاب ''ماورائے کائنات'' کے سرورق کی پیشانی پر سورہ فصلت کی آیت 53 کا ترجمہ درج ہے:

''عنقریب ہم ان کو نفس انسانی کے اندر اور خارج کی دنیا میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے' حتیٰ کہ ان پر ثابت ہو جائے گا کہ قرآن اللہ کی سچی کتاب ہے''۔

گیارہ ابواب اور پونے تین سو صفحات پر حاوی اس کتاب کا پورا متن' اس کی ایک ایک سطر درحقیقت مذکورہ آیت کی تشریح ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ قرآن اور علم جدید کی تطبیق کی ایک کوشش ہے۔ نفس انسانی کے اندر کی اور خارج کی دنیا کی نشانیوں کی روحانی تشریح ہے قرآن کی روشنی میں۔

علم جدید کو مغرب نے سیکولر نظریے کے تحت مشاہدات اور تجربات کی بنیاد پر حاصل کیا ہے' اور ایسی بے لاگ صداقتیں حاصل کی ہیں جو کسی شک و شبے سے بالاتر ہیں۔ یہ صداقتیں اہل مغرب نے دریافت کی ہوں (یا اپنے عہد زریں میں) مسلمانوں نے' بہرصورت انسان کے تدبر و تفکر اور روحانی بصیرت کے لئے بے بہا خزانہ ہیں۔ لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ مسلمان' جن کو قدرت کی طرف سے ہدایت ودیعت کی گئی ہے اور جن کے آفاقی نظریۂ توحید نے انسان کے اندر مظاہرِ فطرت کے تقدس کو ختم کر کے اسے فطرت کے خزانوں کو ڈھونڈ نکالنے اور انسانی فلاح و بہبود کے لئے تصرف میں لانے کے علاوہ تدبر و تفکر کرنے کے لئے زور دیا تھا' انہوں نے اپنے شاندار ماضی کے باوجود گزشتہ دو ڈھائی صدیوں سے تدبر و تفکر کرنا چھوڑ رکھا ہے' حالانکہ صرف تدبر و تفکر ہی کی صلاحیت ہے جس سے انسان تخلیق کائنات کے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھا کر خالقِ ازلی کے حسن کا مشاہدہ اور اس کی معرفت حاصل کر سکتا ہے تدبر و تفکر کی فضیلت و ضرورت پر قرآن مجید بار بار زور دیتا ہے۔

''کہئے کیا برابر ہیں جو جانتے ہیں' اور جو نہیں جانتے؟ واقعی نصیحت تو عقل مند ہی حاصل کرتے ہیں۔ (الزمر:9)

''اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں' اور نہ اندھیرا اور روشنی''۔ (فاطر:20,19)

''اللہ سے اس کے بندوں میں سے عالم ہی ڈرتے ہیں''۔ (فاطر:28)

دوسری طرف اہل مغرب کے پاس اگرچہ تدبر و تفکر تو موجود ہے' لیکن وہ بدقسمتی سے وحی کی روشنی سے محروم ہیں' یہی وجہ ہے کہ وہ حقیقت الحقائق تک رسائی حاصل کرنے اور کوئی حتمی فیصلہ کرنے سے قاصر ہیں' چنانچہ وہ خالی خولی تدبر و تفکر سے روحانی بصیرت اور اعلیٰ اخلاقی اقدار حاصل نہیں کر پاتے۔ انسانی تاریخ کا یہ غیر معمولی واقعہ ہے کہ اب انسان کی روحانی بصیرت اور اخلاقی اقدار ایک جگہ پر آ کر ٹھہر گئی ہیں' اور فی الحال مستقبل میں ان کا کوئی امکان بھی نظر نہیں آ رہا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر ربی ہے۔ اسی لئے رب کریم نے سورۂ فصلت کی آیت میں انسان کو یقین دلایا ہے کہ عنقریب ہم کائنات کے اندر اور خود انسان کے اندر ایسی نشانیاں دکھائیں گے جن سے ہر شخص پر وحی الٰہی کی صداقت واضح ہو جائے گی۔

اس قرآنی پیشین گوئی نے اب جدید سائنس کے انکشافات کی صورت میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ قبل ازیں جن امور پر انسان کو ایمان رکھنے کے لئے کہا گیا تھا' اب وہ حقیقت بن کر سامنے آ گئے ہیں۔ سائنسی طریق تحقیق چونکہ کسی قسم کے تعصب سے پاک ہے' لہٰذا طبیعیات' حیاتیات اور نفسیات کی تازہ سائنسی دریافتوں سے انکار ممکن نہیں' لیکن جیسا کہ آئن سٹائن اور دوسرے سائنس دانوں نے

تسلیم کیا ہے' سائنس کبھی یقینی اور حتمی نتائج نہیں دے سکتی۔ حتمی اور یقینی نتائج صرف اسلام ہی دے سکتا ہے۔ جس کے پاس وحی الٰہی اپنی کامل ترین صورت میں موجود ہے۔ چنانچہ علامہ اقبال نے مغرب کے نظریات کی طرف سے (جو محض تخمینوں اور غیر حتمی نتائج کی صورت میں سائنس نے اختیار کئے ہیں) امت اسلامیہ کی توجہ دلائی ہے کہ وہ علم جدید کی دریافتوں اور انکشافات کو' وحی الٰہی کے تابع' ایک مربوط سائنسی فکر میں دنیا کے سامنے پیش کریں (اس کی تفصیل ملاحظہ ہو علامہ اقبال کے مشہور خطبات مدراس "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ")۔

وحی الٰہی کی عدم موجودگی میں مغرب نے جدید سائنسی دریافتوں اور انکشافات کی جو فلسفیانہ تعبیرات کی ہیں ان کی رو سے مغربی مفکروں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کائنات تخلیق نہیں کی گئی بلکہ یہ خود بخود پیدا ہو گئی ہے اور نہ ہی اس کی تخلیق کا کوئی مقصد ہے۔ کائنات کی اصل حقیقت صرف مادہ ہے جو ہمیشہ سے قائم ہے۔ کائنات مادہ کا ارتقائی عمل ہے جو کسی خاص جگہ اور وقت پر بگ بینگ کی صورت میں پھٹ پڑا۔ جیسے جیسے مادہ پھیلتا گیا' حالات اور اتفاقات کے نتیجے میں اس کے اندر اعتدال اور توازن پیدا ہوتا چلا گیا۔ زمین پر زندگی بھی محض اتفاق ہے۔ زندگی کا بھی کوئی مقصد نہیں ہے۔ مادے کے عناصر ترکیبی کے منتشر ہونے کے ساتھ زندگی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ فریڈرک انجلز نے طبعیات اور حیاتیات کے جدید انکشافات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کائنات کی حقیقت صرف مادہ اور حرکت ہے جو حالات اور اتفاقات کے نتیجے میں بنتا بگڑتا رہتا ہے مادہ صرف اپنی شکلیں بدلتا ہے۔ اس کو فنا نہیں۔ مغرب کے سائنس دانوں آئن سٹائن (طبعیات) چارلس ڈارون (حیاتیات) اور سگمنڈ فرائیڈ (نفسیات) وغیرہ نے کائنات اور زندگی کا محض مادی تصور پیش کیا گیا ہے۔

زیر نظر کتاب کے فاضل مصنف محمد منیر صاحب اعلیٰ سرکاری افسر تھے۔ دوران ملازمت انہوں نے جدید سائنس کو قرآن حکیم کی کسوٹی پر پرکھنے کے لئے جدید سائنسی علوم اور فلسفے کا گہرا مطالعہ کیا' اور جب مطالعہ تسلی بخش حد تک مکمل ہوا تو انہوں نے قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے کر کتاب انگریزی زبان میں لکھی' پھر خود ہی اس کا اردو ترجمہ کیا۔ انگریزی اور اردو دونوں میں یہ فکری' فلسفیانہ' سائنسی بلکہ سائنس کو مذہب سے منطبق کرنے والی کتاب

حاصل کرنے کا پتا:

شاہکار بک فاؤنڈیشن۔ 35/B اقبال ایونیو جوہر ٹاؤن II لاہور 54770۔ قیمت: 225 روپے۔ بیش قیمت ہے کیونکہ بیش قدر ہے۔

گوشۂ خواتین

حضرت عائشہؓ کے امور خانہ داری

تحریر: سید سلمان ندوی

حضرت عائشہؓ جس گھر میں رخصت ہو کر آئی تھیں' وہ کوئی بلند اور عالیشان عمارت نہ تھی۔ بنی نجار کے محلے میں مسجد نبویؐ کے چاروں طرف سے چھوٹے چھوٹے متعدد حجرے تھے۔ ان ہی میں ایک حجرہ حضرت عائشہؓ کا گھر تھا۔ یہ حجرہ مسجد کی شرقی جانب واقع تھا۔ اس کا ایک دروازہ مسجد کے اندر مغرب کے رخ اس طرف واقع تھا کہ گویا مسجد نبویؐ اس کا صحن بن گئی تھی۔ آنحضرتؐ اسی دروازے سے ہو کر مسجد میں داخل ہوتے تھے۔ جب مسجد میں معتکف ہوتے تو سر مبارک حجرے کے اندر کر دیتے اور حضرت عائشہؓ بالوں کے اندر کنگھا کر دیتیں۔ کبھی مسجد میں بیٹھے بیٹھے حجرے کے اندر ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز مانگ لیتے۔

حجرہ کی وسعت چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھی' دیواریں مٹی کی تھیں اور کھجور کی پتیوں اور ٹہنیوں سے مسقف تھا' اوپر سے کمبل ڈال دیا گیا تھا کہ بارش کی زد سے محفوظ رہے' بلندی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہوتا تو ہاتھ چھت تک پہنچ جاتا۔ دروازہ میں ایک پٹ کا کواڑ تھا لیکن وہ عمر بھر کبھی بند نہ ہوا۔ پردے کے طور پر ایک کمبل پڑا رہتا تھا۔ حجرہ سے متصل ایک بالا خانہ تھا' جس کو مشربہ کہتے تھے' ایلاء کے ایام میں آپؐ نے اسی بالا خانہ پر ایک مہینہ بسر فرمایا تھا۔

گھر کی کل کائنات ایک چارپائی' ایک چٹائی' ایک بستر' ایک تکیہ جس میں چھال بھری تھی۔ آٹا اور کھجور رکھنے کے ایک دو مٹکے' پانی کا ایک برتن اور پانی پینے کے لئے ایک پیالہ تھا' مسکنِ مبارک گو منبع انوار تھا' لیکن راتوں کو چراغ جلانا بھی صاحب مسکن کی استطاعت سے باہر تھا۔ کہتی ہیں کہ چالیس چالیس راتیں گزر جاتی تھیں اور گھر میں چراغ نہیں جلتا تھا۔

گھر میں کل آدمی دو تھے' حضرت عائشہؓ اور رسول ﷺ۔ کچھ دن کے بعد بریرہؓ نامی ایک لونڈی کا بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ جب تک حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ صرف دو بیویاں رہیں۔ آنحضرت ﷺ ایک روز بیچ دے کر حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں شب باش ہوتے تھے۔ اس کے بعد جب اور ازواج بھی اس شرف سے ممتاز ہوئیں تو حضرت سودہؓ نے اپنی کبر سنی کے سبب اپنی باری حضرت عائشہؓ کو ایثار اور دے دی۔ اس بنا پر نو دن میں دو دن آپؐ حضرت عائشہؓ کے گھر مقیم رہتے۔

گھر کے کاروبار کے لئے بہت زیادہ اہتمام و انتظام کی ضرورت نہ تھی' کھانا پکنے کی بہت کم نوبت آتی تھی' خود حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کبھی تین دن متصل ایسے نہیں گزرے کہ خاندان نبوت نے سیر ہو کر کھانا کھایا ہو۔ فرماتی تھیں گھر میں مہینہ مہینہ بھر آگ نہیں جلتی تھی۔ چھوہارے اور پانی پر گزارہ تھا۔ فتح خیبر کے بعد آنحضرت ﷺ نے ازواج مطہرات کے سالانہ مصارف کے لئے وظائف مقرر کر دیئے تھے۔ 80 وسق (بار شتر) چھوہارا اور 20 وسق جو لیکن ایثار و فیاضی کی بدولت سال بھر کے لئے یہ سامان کبھی کافی نہ ہوا۔

صحابہ اپنی محبت سے تحفے اور ہدیئے عموماً بھیجتے رہتے' بالخصوص جس دن حضرت عائشہؓ کے ہاں قیام کی باری ہوتی۔ لوگ قصداً ہدیئے بھیجا کرتے تھے' اکثر ایسا ہوتا کہ آپؐ باہر سے تشریف لاتے اور دریافت فرماتے کہ عائشہؓ کچھ ہے؟ جواب دیتیں کہ یا رسول اللہ ﷺ کچھ نہیں اور پھر گھر بھر روزہ ہوتا۔ کبھی بعض انصار دودھ بھیج دیا کرتے تھے اسی پر قناعت کر لیتے۔

اس عقل و شعور کے باوجود' جو فطرتاً فیاض قدرت کی طرف سے ان کو عطا ہوا تھا' کم سنی کی غفلت اور بھول چوک سے وہ بری نہ تھیں۔ گھر میں آٹا گوندھ کر رکھتیں اور بے خبر سو جاتیں۔ بکری آتی اور کھا جاتی' ایک دن کا واقعہ ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے آٹا پیسا' اس کی ٹکیاں پکائیں اور آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگیں۔ شب کا وقت تھا آپ آئے تو نماز میں مشغول ہو گئے۔ ان کی آنکھ لگ گئی' ایک پڑوس کی بکری آئی اور سب کھا گئی۔ دوسری مُسن بیبیوں کے مقابلہ میں کھانا بھی اچھا نہیں پکاتی تھیں۔

آنحضرت ﷺ کا خانگی انتظام حضرت بلالؓ کے سپرد تھا۔ وہی سال بھر کا غلہ تقسیم کرتے تھے' ضرورت کے وقت باہر سے قرض لاتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے جب وفات پائی تو سارا عرب مسخر ہو چکا تھا' اور تمام صوبوں میں بیت المال میں خزانے کے خزانے لدے چلے آتے تھے تاہم جس دن آنحضرت ﷺ نے وفات پائی' اس دن حضرت عائشہؓ کے گھر میں ایک دن کے گزارے کا سامان بھی نہ تھا۔

دنیائے اسلام میں احیائی وتجدیدی تحریکوں کی تاریخ کی یہ 23 ویں قسط ہے اور تیسرا باب۔ پہلے باب (قسط 1 تا 13) میں مسلمانانِ عالم کے زوال اور ایسی تحریکوں کی ناکامی کے اسباب پر روشنی ڈالنے کے بعد پہلے ہندوستانی تحریکوں سے آغازِ کلام ہوا' اور سب سے پہلے حضرت مجدّد الف ثانی" کی مجدّدی تحریک پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ دوسرا باب (قسط 14 تا 21) شاہ ولی اللہ کی تحریک کے لئے مخصوص تھا۔ تیسرا باب قسط 22 سے شروع ہوا ہے اور اس کا موضوع سید احمد شہید کی جہادی تحریک ہے۔ موجودہ قسط میں سید صاحب نواب امیر خان کے لشکر سے علیحدگی اختیار کر کے دوبارہ شاہ عبدالعزیز کے پاس دہلی آئے ہیں۔

شاہ عبدالقادرؒ کا حجرہ!

تحریر: سید قاسم محمود

* نواب امیر خان کا لشکر ایک ایک وقت میں چالیس چالیس' پچاس پچاس ہزار مسلمان سپاہیوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ گویا سید صاحب کے لئے اصلاح وتبلیغ کا میدان کھلا تھا۔ آپ اپنی ذاتی ریاضت وعبادت اور سپاہیانہ تربیت و مشقت کے ساتھ ساتھ سپاہیوں کی اصلاح وارشاد میں بھی مشغول رہتے تھے۔ سپاہی لوگ عموماً ناخواندہ' دین سے ناواقف اور علمی ماحول سے دور ہوتے ہیں۔ چونکہ سید صاحب کی اپنی زندگی سپاہیانہ تھی اور وہ لشکر میں سب سے گھلے ملے رہتے تھے' اس لئے ان کی اصلاح وتربیت کے بہترین مواقع حاصل تھے۔ سپاہی لوگ آپ کو درویش اور صوفی سمجھ کر اپنی مختلف پریشانیوں اور ضرورتوں میں آپ کے پاس آتے اور دعا کی درخواست کرتے۔ آپ ان کی دلجوئی کرتے۔ ممکن ہوتا تو کار برآری بھی کرتے اور صحیح عقائد کی تعلیم بھی کرتے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تلقین کرتے۔ دینی فرائض کی پابندی کا اقرار لیتے اور بدعتوں اور برائیوں سے بچنے کا وعدہ کراتے۔

سید صاحب نے کم از کم چھ سال نواب امیر خان کی رفاقت اور ان کے لشکر میں گزارے۔ یہ فوجی زندگی سخت ریاضت' مشقت' جفاکشی اور بلند ہمتی کا تقاضا کرتی تھی۔ اودے پور' جے پور' جودھ پور' بھان پور' بھرت پور' بیکانیر' اجمیر اور ان کے درمیان کے سینکڑوں قصبوں اور مقامات ہمیشہ اس لشکر کی زد میں رہتے تھے۔ کبھی یہ لشکر مالوے میں ہے' کبھی راجپوتانہ میں' کبھی مارواڑ میں ہے' اور کبھی میواڑ میں' بے آب وگیاہ صحرا' گھنے جنگل' ریتلے میدان' غنیم کے علاقے' حریف کے قلعے' غرض جنگ کے ہر نشیب وفراز اور ہر گرم و سرد سے گزرنا پڑتا۔ بیماری' فاقہ' تنگی' فتح کی امید' شکست کا خطرہ' کبھی سپاہیوں کی کثرت' کبھی قلت سب سے سابقہ تھا۔ سید صاحب ان تمام حالات میں لشکر کے شریک حال رہے۔ آپ نواب صاحب کے مشیر بھی تھے اور نازک موقعوں پر نواب کو صحیح مشورہ دیتے۔ اہل حاجت کی سفارش کرتے۔ نواب صاحب کا سلوک بھی آپ کے ساتھ برادرانہ اور مساویانہ تھا۔ سید صاحب صرف ریاضت وعبادت' دعائے خیر وبرکت اور وعظ ونصیحت پر اکتفا نہ فرماتے جنگ میں اگلے مورچوں میں شریک ہوتے' فوج کا حوصلہ بڑھاتے اور قائدین کو جنگ کی تدابیر بتاتے اور کمانڈروں کے ساتھ جنگی چالوں کے صلاح مشورے میں شریک رہتے۔

نواب امیر خان کی انگریزوں سے مصالحت

نواب امیر خان بعض مرہٹہ سرداروں اور راجپوت رؤسا کے حلیف اور رفیق رہے۔ وہ انگریزوں کے حریف اور ان سے برسر جنگ رہے۔ انگریز جنرل لیک نے نواب کے پاس پیغام بھیجا کہ جتنا روپیہ درکار ہو لے لیجئے اور اس تاخت وتاراج سے باز آئیے تو نواب صاحب نے جواب دیا کہ ''ہمارا عزم ہے کہ تمام ہندوستان پر حکمرانی کریں۔ آپ سے روپیہ کیوں لیں۔ نواب صاحب انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کے لئے یہاں تک آمادہ تھے کہ رنجیت سنگھ سے مدد حاصل کرنے کے لئے امرتسر پہنچ گئے۔ خیال یہ تھا کہ رنجیت سنگھ سے سازش کر کے انگریزوں پر حملے کریں۔ اگر سکھ ساتھ نہ دیں تو کابل کے بادشاہ شاہ شجاع سے ملاقات کر کے انگریزوں کے خلاف منصوبہ سازی کریں۔ جب مرہٹہ سردار ہلکر نے انگریزوں سے مصالحت کے لئے ابتدائی بات چیت کر لی تو اس نے نواب امیر خان سے اپنا ارادہ ظاہر کیا اور کہا کہ رنجیت سنگھ اور دوسرے ہندوستانی سرداروں میں ہمت نہیں کہ ہماری امداد کریں۔ کابل سے شاہ شجاع کی فوجی امداد یہاں لانا کیسا' ہمارے پاس تو کابل تک پہنچنے کا خرچہ نہیں ہے۔ ایسی صورت حال میں آپ کا کیا مشورہ ہے۔ نواب صاحب نے جواب دیا:

''رنجیت سنگھ اور دوسروں میں ہمت نہیں' نہ سہی۔ میں کابل جاتا ہوں۔ ہر حالت میں شاہ شجاع کو کمک پر لاتا ہوں۔ ہمارے پاس دس پندرہ لاکھ کے جواہر ہیں۔ یہ شاہ کو دوں گا۔ باقی دہلی' لکھنو سے وصول کر کے دینے کا اقرار کروں گا۔ انگریزوں کو ہندوستان سے نکالوں گا۔ مہاراج ہلکر نے پوچھا'' اور اگر شاہ نہ آئے تو؟'' نواب امیر نے کہا کچھ پروا نہیں۔ اٹک کے پار جا کر اپنے ہم وطن' ہم قوم پٹھانوں کو جمع کروں گا۔ لاکھوں یوسف زئی قبائل کو ساتھ لے کر لوٹوں گا''۔

لیکن رفتہ رفتہ انگریز برسر جنگ طاقتوں اور ریاستوں کو ایک ایک کر کے توڑتے رہے۔ مرہٹہ سردار سندھیا نے ایک ریاست لے کر چپ سادھ لی۔ راجاؤں کے معاہدے کے بعد پنڈاریوں کا دائرہ بھی تنگ ہو گیا۔ انگریزوں نے (اور بعد میں انگریز مصنفین نے) بڑی چالاکی کے ساتھ نواب امیر خان کو پنڈارہ مشہور کر دیا۔ پنڈارے جنوبی ہند کی ایک غیر منظم اور جنگجو طاقت تھی' جو ہندوستان کی مرہٹہ گردی کے دور میں پیدا ہوئی تھی۔ انہوں نے غارت گری کا پیشہ اختیار کر لیا اور حالات سے فائدہ اٹھایا۔ ان کا تعلق نواب سے صرف اتنا تھا کہ نواب نے بعض موقعوں پر ان کے بعض سرداروں کو پناہ دی تھی اور ان کو اپنی حمایت میں لے لیا تھا اور وہ کبھی کبھی نواب کا ساتھ دے دیا کرتے تھے۔ سندھیا کے بعد 6 جنوری 1818ء کو نواب کے خاص رفیق و حلیف مہاراجہ ہلکر نے بھی انگریزوں سے مصالحت کر لی اور نواب تن تنہا رہ گئے۔ خفیہ ملاقاتوں اور مذاکرات کے نتیجے میں 9 نومبر 1817ء کو نواب کے وکیل نے انگریزوں سے مصالحت کے معاہدے پر دستخط کر دیئے۔ 15 نومبر کو گورنر جنرل نے اس معاہدے کی تصدیق کر دی۔ اس طرح نواب امیر کی تیس سالہ فوجی سرگرمیاں ختم ہو کر ریاست ٹونک کی بنیاد پڑ گئی۔ جو انگریزوں کی چالاکی اور نواب کی سادہ لوحی سے راجپوتانے اور مالوے کے چند متفرق علاقوں پر مشتمل تھی جو مہاراجہ ہلکر نے جواب کے سپرد کر رکھے تھے۔ نواب جب امیر خان کا لشکر

جو ہندوستان کا بہترین فوجی عنصر تھا' اور جو پورے ملک کی طاقت کا سرمایہ تھا' منتشر کر دیا گیا۔ صرف اتنے آدمی رکھے گئے جو ریاست کے نظم و نسق کے لئے ضروری سمجھے گئے۔

توپ خانہ اور دوسرا ساز و سامان انگریزوں نے معاہدے کی شرط کے مطابق خرید لیا۔ نواب نے عہد کیا کہ وہ کسی علاقے پر حملہ نہیں کریں گے بلکہ پنڈاروں کی سرکوبی میں انگریزوں کی مدد کریں گے۔

سیّد صاحب کی لشکر سے جدائی

صلح کی کارروائی صیغۂ راز میں ہوئی۔ لوگوں کو اس بات چیت کا علم اس وقت ہوا جب آخری مسودہ نواب صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ نواب کے رفقاء اور مشیروں میں سے اکثر کی رائے تھی کہ صلح کر لی جائے لیکن سید صاحب صلح کے مخالف تھے۔ آپ نے آخر تک نواب کو اس سے باز رہنے کا مشورہ دیا اور اس کے نتائج و خطرات سے آگاہ کیا۔

لیکن نواب اپنے ان حالات میں بالکل مجبور و بے بس پاتے تھے۔ وہ انگریزوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے اس قدر متاثر و مسحور تھے کہ وہ چھوٹی سی ریاست کے گوشۂ عافیت کو غنیمت سمجھ رہے تھے۔ سید صاحب کے نزدیک مایوسی کی کوئی وجہ نہ تھی' نواب کو انگریزوں کا مقابلہ کرنا چاہئے تھا' جن کے استعمار کی زد میں سارا ہندوستان اور بالآخر سارا عالم اسلام تھا۔ سیّد صاحب کے نزدیک یہ ہندوستان کی آخری آزاد اور جنگجو طاقت تھی جس کو اس آسانی کے ساتھ سپر انداز اور مقابلے سے دست بردار نہیں ہونا چاہئے تھا۔

مگر ان کو جلد معلوم ہو گیا کہ نواب صاحب کی قوتِ مقابلہ جواب دے چکی ہے اور صلح کے سب مراحل طے ہو چکے ہیں۔ جب انہوں نے یہ محسوس کر لیا کہ اب کوئی گفتگو کارگر نہیں ہو سکتی اور مصالحت ایک طے شدہ امر ہے تو آپ نے لشکر سے علیحدگی اور دہلی واپس جانے کا فیصلہ کر لیا۔ گویا لشکر میں آپ کی رفاقت و شرکت کی شرط یہی تھی کہ نواب امیر خان ایک آزاد طاقت کی حیثیت سے باقی رہیں' اور اصل مقصد یہ تھا کہ آپ جلد یا بدیر اس آزاد طاقت کو صحیح رُخ پر لگائیں اور اس سے اسلامی اقتدار کے قیام اور انگریزوں کو نکالنے کی مہم میں کام لیں۔

ایک روز سید صاحب نے نواب امیر خان سے کہا ''اچھا اگر آپ انگریزوں سے ملتے ہیں تو میں رخصت ہوتا ہوں''۔

نواب صاحب نے بہت سمجھایا مگر آپ نہ مانے۔ دل برداشتہ ہو کر چند آدمی ہمراہ لے کر جے پور چلے گئے۔ چند روز کے بعد واپس آئے اور نواب صاحب کو پھر سمجھایا ''ابھی کچھ نہیں گیا۔ اختیار باقی ہے۔ آپ کی فہمائش کو آیا ہوں۔ اگر میرا کہنا مانئے تو ان سے لڑیئے اور ہرگز نہ ملئے۔ ان سے ملنے کے بعد آپ سے کچھ نہ ہو سکے گا۔ یہ انگریز لوگ بڑے دغاباز اور مکار ہیں۔ کچھ آپ کے واسطے تنخواہ یا جاگیر وغیرہ مقرر کر کے کہیں بٹھا دیں گے کہ روٹیاں کھایا کیجئے۔ پھر یہ بات ہاتھ سے جاتی رہے گی''۔

صلح کا معاہدہ ہو جانے کے بعد ایک مرتبہ پھر سید صاحب لشکر میں تشریف لائے۔ جس سے کچھ لینا دینا تھا لیا دیا اور نواب صاحب سے ملاقات کی۔ نواب صاحب بہت آب دیدہ ہوا اور کہا ''حضرت جو کچھ تقدیر میں تھا وہی ہوا' حکم الٰہی سے چارہ نہیں۔ اب آپ دہلی کو جاتے ہیں تو صاحبزادہ محمد وزیر خان (ولی عہد) کو اپنے ہمراہ لیتے جایئے''۔ سید صاحب نے قبول کیا اور ایک خط شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں دہلی روانہ کیا۔ لکھا تھا' یہ خاکسار سراپا انکسار حضرت کی قدم بوسی کو عنقریب حاضر ہوتا ہے۔ یہاں لشکر کا کارخانہ درہم برہم ہو گیا ہے۔ نواب صاحب انگریزوں سے مل گئے ہیں۔ اب یہاں رہنے کی کوئی صورت نہیں''۔

شاہ عبدالعزیز کا خواب

سید صاحب کا یہ خط جس میں نواب امیر خان کے دستبردار ہونے لشکر سے اپنی علیحدگی اور عنقریب حاضر ہونے کی اطلاع تھی' جب شاہ عبدالعزیز کو ملا تو وہ یقیناً سید صاحب کے سپاہیانہ کمالات' پرانے صوفیانہ اور خانقاہی سلسلے کے چشم و چراغ' نہایت متقی اور متدین اور صدق و صفا کے پیکر کی عاجلانہ آمد کی پریشان کن اطلاع سے تفکر میں پڑ گئے ہوں گے۔ انہیں چشم تصور میں اپنے اُس مرید اور شاگرد کے اندر ایک عظیم مجاہد کی صورت نظر آئی ہو گی جو تعلیم و تربیت اور ارادت مندی کے زمانہ میں بھی ہمیشہ ہتھیار لگا کر بیٹھا کرتے تھے اور اب تو وہ چھ سات سال سے امیر خان کے لشکر میں مجاہدانہ زندگی گزار رہے تھے۔ وہ سوار کی حیثیت سے بھرتی ہوئے۔ بعد میں لشکر میں امامت بھی کی' جس کی وجہ سے لشکر میں مذہبی رہنما کا معزز مقام انہیں حاصل ہو گیا۔ لشکر کے سپاہیوں' خصوصاً پٹھانوں اور نواب امیر خان پر ان کا خاصا اثر تھا۔ یقیناً اس پرآشوب اور مایوس کن ماحول میں شاہ صاحب انتہائی فکرمند اور کئی تعمیری منصوبوں میں مشغول ہوں گے۔

اسی نفسیاتی کیفیت میں سید صاحب کے دہلی پہنچنے سے ایک ہفتہ قبل' شاہ عبدالعزیز نے خواب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ جامع مسجد دہلی میں تشریف رکھتے ہیں اور لوگ دور دور سے جوق در جوق زیارت کے لئے آ رہے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے سب سے پہلے شاہ صاحب کو شرف باریابی عطا فرمایا اور عصائے مبارک دے کر فرمایا کہ یہ عصا لے کر مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاؤ اور جو آنا چاہے اسے اندر آ کر اپنا حال بیان کرنے دو۔ اور ہر آنے والے کو میری اجازت سے اندر بھیجو۔ شاہ صاحب نے اس کی تعمیل کی اور ہزارہا بندگانِ خدا نے آنحضور ﷺ کی زیارت کی۔

صبح اٹھ کر شاہ صاحب سب سے پہلے حضرت شاہ غلام علی خلیفہ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کے پاس تشریف لے گئے اور خواب کی تعبیر چاہی۔ شاہ غلام علی نے فرمایا ''سبحان اللہ' یوسف وقت مجھ سے تعبیر پوچھتا ہے۔ اس خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے یا آپ کے کسی مرید کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی ہدایت و فیض کا سلسلہ جاری ہو گا''۔ شاہ عبدالعزیز نے فرمایا کہ میرے خیال میں بھی یہی تعبیر آئی تھی۔ جب سید صاحب دہلی پہنچے تو آپ کو یقین ہو گیا کہ جس سلسلۂ ہدایت کے آغاز کی بشارت خواب میں دی گئی ہے وہ ان شاء اللہ سید صاحب ہی کے ذریعے عمل میں آئے گی۔

ایک ہفتے کے بعد سید صاحب دہلی پہنچے۔ صاحبزادہ محمد وزیر خان (ولی عہد ریاست ٹونک) تو قاضی کے حوض پر بلند بیگ خان کی حویلی میں اترے اور سید صاحب نے اجمیری دروازے کی سرائے میں قیام فرمایا۔ رات کو وہیں رہے۔ صبح کو غسل کر کے اور کپڑے بدل کر آپ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پچیس روپے نذر دیئے۔ شاہ صاحب نے آپ سے نواب امیر خان کے لشکر کا حال اور صلح نامے کی تفصیلات دریافت کیں۔ اپنے خواب کا تذکرہ کیا۔ پھر سید صاحب کے قیام کے لئے مسجد اکبرآبادی تجویز کی۔ سید صاحب مسجد میں داخل ہوئے' جہاں چند سال پہلے وہ قیام پذیر رہ چکے تھے۔ دو رکعت نماز ادا کی اور جس حجرے میں شاہ عبدالقادر رہا کرتے تھے' تشریف لے گئے۔ شاہ صاحب کا دو سال پہلے انتقال ہو چکا تھا۔

یہ وہی حجرہ ہے جہاں شاہ صاحب نے علم سے فراغت پا کر تمام عمر بسر کی تھی۔ گوشہ نشینی پسند خاطر تھی۔ اسی حجرے کی خلوت میں شاہ صاحب نے قرآن مجید کا بامحاورہ اردو ترجمہ کیا تھا جو بعد میں ''موضح القرآن'' کے نام سے شائع ہوا تھا۔ سید صاحب نے اس تاریخی حجرے میں اپنا سامان رکھوایا۔ پھر مسجد کے صحن میں آ کر بیٹھے اور لوگ ملاقات کے لئے آنے لگے۔ (جاری ہے)

سید صاحب نے شاہ عبدالعزیز کو خط لکھا کہ نواب امیر خان نے انگریزوں سے مصالحت کر کے ٹونک کی چھوٹی سی ریاست کو غنیمت سمجھا ہے۔ اُن کا لشکر درہم برہم ہو گیا ہے۔ میں اُن سے علیحدگی اختیار کر کے عنقریب آپ کے پاس دہلی آ رہا ہوں۔

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے

بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا دورۂ بنگلہ دیش

(دوسری اور آخری قسط)

تحریر : ڈاکٹر عبدالخالق

* دورۂ بنگلہ دیش کے پہلے تین روز (11 تا 17 مئی) کا احوال بیان ہو چکا۔ بقیہ چار میں سے تین دن انتہائی مصروفیت میں گزرے۔ انہی تین دنوں میں شمسی ویلفیئر سوسائٹی کے زیر اہتمام سیرت النبیؐ کے وہ تین پروگرام ہوئے جن کے لئے ہمیں مدعو کیا گیا تھا۔ پہلا پروگرام 14 مئی کیمونٹی سنٹر لال باغ کے ہال میں منعقد ہوا۔ پروگرام کے لئے وقت تو 9 بجے رات کا دیا گیا تھا تاہم بمشکل دس بجے آغاز ہو سکا۔ جیسا کہ ہمارے ہاں بھی عام روش بن چکی ہے' اکثر و بیشتر پروگرام دیئے گئے وقت کے مطابق شروع نہیں ہوتے۔ (تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام پروگرام تو الحمدللہ وقت پر ہی شروع ہوتے ہیں۔ یہاں عمومی روش کی بات ہو رہی ہے' کچھ ایسا ہی معاملہ وہاں پر تھا۔ وقت پر تو منتظمین کے علاوہ گنتی کے چند افراد ہی تھے۔ اکثر لوگ تو 10 بجے کے بعد ہی تشریف لائے۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ختم نبوت کے دو مفہوم' تکمیل نبوت کے مختلف مظاہر اور حضور ﷺ کے مقصد بعثت پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ ڈاکٹر صاحب کا خطاب ایک گھنٹہ پچاس منٹ پر محیط تھا۔ 500 کے قریب حضرات اور 350 خواتین نے یہ خطاب بڑی توجہ سے سنا۔ شرکاء کی اکثریت کے لئے اس موضوع پر ڈاکٹر صاحب کے قرآن و سنت اور عقل اور منطق پر مبنی دلائل خوشگوار حیرت کا باعث تھے۔ ایک عالم دین کا یہ تبصرہ بھی سننے کو ملا کہ اس موضوع پر ہمارے اکثر دلائل یک رخے ہوتے ہیں لیکن یہاں منقول و معقول کو بڑی عمدگی سے اکٹھا کر دیا گیا ہے۔

سیرت النبیؐ کا دوسرا پروگرام 15 مئی رات 10 بجے خطیب الٰہی صاحب کی رہائش گاہ (ہماری قیام گاہ) کے اندرونی دالان میں منعقد ہوا۔ آج بانیٔ تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے انقلاب نبوی کا منہج تفصیل سے بیان کیا۔ نیز اس کے مختلف Steps کو سیرت کی روشنی میں واضح کیا۔ آج بھی کثیر تعداد میں مرد و خواتین نے قریباً دو گھنٹے پر مشتمل اس خطاب کو پوری توجہ سے سنا۔

سیرت النبیؐ کے سلسلے کا تیسرا اور آخری پروگرام 16 مئی کو ہوا۔ یہ پروگرام بھی ایک گھر کے اندرونی دالان میں منعقد ہوا۔ آج کے پروگرام میں اگرچہ حاضری نسبتاً کم تھی تاہم شمسی ویلفیئر سوسائٹی کے تمام عہدیداران اور اہم افراد شریک تھے' حسب معمول خواتین کی بھی بڑی تعداد نے پروگرام میں شرکت کی۔ خلافت اندولن کے جنرل سیکرٹری محمد ظفر اللہ خان صاحب اور احمد اللہ اشرف صاحب کے بیٹے حبیب اللہ صاحب تینوں پروگراموں میں باقاعدگی سے شریک ہوتے رہے۔ آج کے خطاب میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ''امت مسلمہ کی موجودہ زبوں حالی' اس کے اسباب اور ان حالات میں کرنے کا کام'' کے موضوع پر کھل کر اظہار خیال کیا اور حاضرین کو ان کی دینی ذمہ داریاں یاد دلانے کے ساتھ ساتھ ان کی ادائیگی پر کمربستہ ہونے کی بھرپور ترغیب دلائی۔ اس حوالے سے تنظیم اسلامی کی پوری دعوت سامعین کے سامنے پیش کر دی گئی۔

سیرت النبیؐ کے سلسلے کے ان تین پروگراموں کے علاوہ دیگر مصروفیات اور پروگراموں کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ 14 مئی صبح ناشتے کے بعد مولانا ثمیر الدین صاحب کی رہائش گاہ دھمال کوٹ (کنٹونمنٹ) جانا ہوا۔ یہ علاقہ ڈھاکہ کے مضافات میں 45 منٹ کی مسافت پر ہے۔ مولانا ثمیر الدین صاحب نے اپنے گھر کے 2 کمرے ''قرآن اکیڈمی'' کے نام پر تعمیر کئے ہیں۔ جن کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ مستقبل میں درس و تدریس کے لئے استعمال ہوں گے۔

مولانا نے روایتی مٹھائی اور ماچھ بھات سے تواضع کا بندوبست کر رکھا تھا۔ اس سفر میں مولانا رفیق الاسلام ارمانی بھی ہمارے ساتھ رہے۔

15 مئی صبح ناشتے کے فوراً بعد روزنامہ ''انقلاب'' (یہاں کا معروف اسلام پسند روزنامہ ہے' مذہبی حلقوں میں خاصہ مقبول ہے۔ اور خاصی بڑی تعداد میں شائع ہوتا ہے) کے رپورٹر ابو رشد انٹرویو کے لئے تشریف لے آئے بانیٔ محترم سے یہ انٹرویو 40 منٹ پر محیط رہا۔

11 بجے ''تنظیم الاسلام بنگلہ دیش'' کی جانب سے محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے اعزاز میں ایک استقبالئے کا اہتمام تھا۔ اس کا تمام تر انتظام اور اخراجات رفیق الاسلام ارمانی صاحب نے کئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کی جزا دے۔ آمین۔ رفیق الاسلام صاحب نے اپنے ساتھیوں' جن میں علماء' اساتذہ' وکلاء اور دانشور شامل تھے' کو مدعو کر رکھا تھا۔ تعداد 35 کے قریب تھی۔

ابتداءً مختلف حضرات نے استقبالی کلمات ادا کئے بعد ازاں اس خصوصی محفل کے سامنے محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے تنظیم اسلامی کی دعوت اور طریق کار پر تفصیلاً روشنی ڈالی۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ خطاب آدھا گھنٹہ پر مشتمل تھا۔ تمام شرکاء کے لئے کھانے کا بندوبست بھی کیا گیا تھا۔

سہ پہر چار بجے ایک پروگرام B.I.I.T (Bangladesh Institute of Islamic Thought) ہال میں تھا' یہ ادارہ اسلامی موضوعات پر سیمینار' تقاریر اور Discussions کے علاوہ مختلف موضوعات پر کتابیں شائع کرنے کا اہتمام بھی کرتا ہے۔ ادارے کے سیکرٹری جنرل ظہور الاسلام صاحب استقبال کے لئے موجود تھے۔ انہوں نے ادارے سے متعلق معلوماتی پمفلٹ اور چند کتابیں (انگریزی زبان میں طبع شدہ) ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں پیش کیں۔ جواباً محترم ڈاکٹر صاحب نے بھی اپنی انگریزی کتابوں کا سیٹ پیش کرنے کا وعدہ کیا۔ (جو اگلے ہی روز انہیں بھجوا دیا گیا)

یہاں ڈاکٹر صاحب محترم کے خطاب کا موضوع "Muslim Umma and the Present-World" تھا (پروگرام کا آغاز ڈاکٹر عبدالواحد کی چھوٹی بچی کی نہایت عمدہ تلاوت سے ہوا) انگریزی زبان میں یہ خطاب 50 منٹ پر مشتمل تھا۔ پروگرام کی صدارت مجیب الرحمٰن صاحب سینئر ایڈووکیٹ نے کی۔ 30' 35 کے قریب حضرات جن میں دانشور' پروفیسرز' وکلاء اور دیگر شعبوں سے متعلق انتہائی تعلیم یافتہ لوگ شامل تھے' نے بڑی دلچسپی سے یہ خطاب سنا۔ بعد ازاں سوال جواب کی نشست بھی ہوئی۔ یہ پروگرام ڈاکٹر عبدالواحد صاحب کی کاوشوں کا نتیجہ تھا۔ اپنے صدارتی خطاب میں مجیب الرحمٰن صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے خطاب کو بہت سراہا' ڈاکٹر صاحب نے امت مسلمہ کی موجودہ صورتحال' زبوں حالی کے اسباب اور آئندہ پیش آمدہ حالات و واقعات کو نہ صرف نہایت عمدگی سے واضح کیا بلکہ اس کا علاج اور آج کے حالات میں کرنے کا کام بھی بیان کر دیا۔

اگلے روز یعنی بروز جمعہ بھی تین پروگرام ہوئے۔

11 بجے پریس کلب میں ڈاکٹر عبدالواحد کی وساطت سے ایک پروگرام کا انعقاد ہوا۔ اس پروگرام میں بھی دانشور‘ صحافی اور وکلاء شریک ہوئے۔ خطاب کا موضوع "Back to Quran" یعنی یعنی رجوع الی القرآن تھا۔ جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے خطاب انگریزی زبان میں تھا۔ 50 منٹ کے خطاب کے بعد 20 منٹ سوال‘ جواب کی نشست بھی ہوئی۔

4 بجے سہ پہر (Bangladesh - BIAM Institute of Administration and Managment) کے ہال میں البرکہ فاؤنڈیشن جس کے ڈائریکٹر ڈاکٹر امین الرحمٰن ہیں۔ (ان کا تفصیلی تعارف پہلے آچکا ہے) کے زیر اہتمام پروگرام ہوا۔ ڈاکٹر امین الرحمٰن کے شاگردوں کے علاوہ بھی مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے خواتین وحضرات نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ قریباً 60 مرد اور 30 خواتین اس پروگرام میں شریک تھے۔ بانی محترم کے خطاب کا موضوع تھا -Obligations of Quran on Muslims ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' ڈاکٹر صاحب کے اُس کتابچے کا عنوان ہے جو بلا مبالغہ لاکھوں کی تعداد میں اور مختلف زبانوں میں شائع ہو چکا ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے بڑی شرح وبسط کے ساتھ اس موضوع کو بیان کیا۔ نماز عصر کی وجہ سے خطاب کو قدرے مختصر کرنا پڑا تاہم نماز عصر کے بعد 40 منٹ سوال جواب کی نشست میں اس موضوع سے متعلق تشنہ نکات نیز دیگر اشکالات کی وضاحت کا موقع میسر آگیا۔ یہ پروگرام اپنی افادیت کے اعتبار سے بہت عمدہ رہا۔

آج کا تیسرا پروگرام سیرت النبیؐ کے سلسلے کا آخری پروگرام تھا جس کا ذکر قبل ازیں ہو چکا ہے۔

17 مئی ڈھاکہ میں ہمارے قیام کا آخری دن تھا۔

صبح ناشتے کے فوراً بعد انگریزی روزنامہ New Nation کا نمائندہ انٹرویو کے لئے آیا۔ یہ انٹرویو 45 منٹ تک جاری رہا۔ اس دوران دیگر اہم شخصیات ملاقات کے لئے آتی رہیں۔ ڈاکٹر امین الرحمٰن بھی تشریف لائے۔ بانی محترم نے انہیں پاکستان آنے کی دعوت دی مقصد یہ ہے کہ یہاں کھلا وقت مل سکے تاکہ اب تک کے تجربات اور آئندہ کے لائحہ عمل پر تبادلہ خیال ہو سکے۔

11 بجے کا وقت شمسی برادری کے چیدہ افراد سے ملاقات کے لئے طے تھا۔ 12 تا 15 حضرات اس پروگرام میں شریک ہوئے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے انہیں چند عملی مشورے دیئے۔ پہلا مشورہ یہ تھا کہ ''آپ اپنی نوجوان نسل کے لئے اردو اور عربی کی تعلیم کا خصوصی بندوبست کریں۔ عربی زبان قرآن حکیم کو براہ راست سمجھنے کے لئے اور اردو اس لئے کہ ہمارے دینی لٹریچر کا عظیم ذخیرہ اردو زبان میں ہے۔ خود بھی وقت نکال کر عربی زبان سیکھنے کا اہتمام کریں۔

دوسرا مشورہ یہ کہ اگر آپ میرے مشن کو صحیح سمجھتے ہیں تو اس کے ساتھ تعاون کریں اور اس تعاون کی بہترین شکل یہ ہوگی کہ میری کتابوں کے بنگلہ زبان میں ترجمہ عمدہ طباعت کروائیں اور پھر اسے عام کرنے کی کوشش کریں۔

اکثر افراد نے ان مشوروں کو سراہا اور عملدرآمد کا وعدہ کیا۔

بعد نماز عصر خلافت اندولن کے امیر احمد اللہ اشرف سیکرٹری جنرل محمد ظفر اللہ خان اور حبیب اللہ صاحبان ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ یہ حضرات مغرب تک رہے۔ احمد اللہ اشرف صاحب نے ایک مرتبہ پھر ڈاکٹر صاحب کی ڈھاکہ آمد پر ان کا شکریہ ادا کیا نیز بنگلہ دیش میں خلافت اندولن کو متحرک کرنے کے لئے مشورے چاہئے۔ اس ملاقات کے دوران مولانا ثمیر الدین صاحب بھی موجود تھے۔

اس دورے کے دوران بانی تنظیم اسرار احمد صاحب کے کل آٹھ خطابات ہوئے۔ 5 اردو اور تین انگریزی زبان میں۔ دو انٹرویوز (دونوں انگریزی زبان میں) اور متعدد ملاقاتیں ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ اس ساری جدوجہد کو مقبول و منظور فرماتے ہوئے ہمارے لئے توشۂ آخرت بنائے اور لوگوں کے دل اس انقلابی جدوجہد کی جانب پھیر دے۔

آمین یا رب العالمین

17 مئی 8 بجے ہم ایئر پورٹ کی جانب روانہ ہوئے۔ ڈھاکہ سے کراچی فلائٹ کا وقت 10:30 بجے رات تھا‘ ڈھاکہ شہر سے ایئر پورٹ 45 منٹ کی مسافت پر واقع ہے۔ شمسی برادری کے متعدد اہم افراد ہمیں الوداع کہنے ایئر پورٹ پر تشریف لائے۔ پاکستانی وقت کے مطابق 18 مئی 1:30 بجے ہم بخیریت کراچی پہنچ گئے۔

آئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ

دعائے مغفرت

گوجرانوالہ شہر کے ملتزم رفیق محترم خالد انصاری کی والدہ گزشتہ ہفتے قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

دعائے مغفرت

تنظیم اسلامی اسرہ منڈی بہاؤالدین کے نقیب صوفی محمد حسین کے والد محترم 11 مئی 2003ء کو انتقال کر گئے۔ رفقاء و احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں

1۔ خدا کو جانتے ہیں مگر اس کی فرماں برداری نہیں کرتے۔
2۔ رسولؐ کو پہچانتے ہیں مگر ان کی پیروی نہیں کرتے۔
3۔ قرآن مجید پڑھتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔
4۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھاتے ہیں مگر شکر نہیں کرتے۔
5۔ جانتے ہیں کہ جنت اطاعت کرنے والوں کے لئے ہے مگر اس کے لئے کوشش نہیں کرتے۔
6۔ جانتے ہیں دوزخ گنہگاروں کے لئے ہے مگر اس سے نہیں ڈرتے۔
7۔ شیطان کو دشمن جانتے ہیں اور اس سے دوستی کرتے ہیں‘ دور نہیں بھاگتے۔
8۔ عزیز و اقارب کو اپنے ہاتھوں سے دفن کرتے ہیں مگر عاقبت کا کوئی سامان نہیں کرتے۔
9۔ موت کو برحق جانتے ہیں مگر موت کی تیاری کا سامان نہیں کرتے۔
10۔ دوسروں کی عیب جوئی کرتے ہیں مگر اپنی برائیوں کو ترک نہیں کرتے۔
11۔ جانتے ہیں آج کل کافرانہ نظام ہے لیکن اس سے جان چھڑانے کی کوشش نہیں کرتے۔
12۔ جانتے ہیں سود سب سے زیادہ حرام چیز ہے لیکن اس کو چھوڑنے کی کوشش نہیں کرتے۔

اگر ہم اس طرز عمل سے توبہ نہیں کرتے تو ہماری دعائیں کیسے قبول ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے اعمال درست کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (مرسلہ: محمد ظفر اقبال)

ضرورت رشتہ

لڑکا تعلیم F-A‘ عمر 25 سال‘ ذاتی کاروبار (آمدنی کم از کم دس ہزار) کے لئے لاہور میں مقیم مغل فیملی سے دینی مزاج کی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: معرفت ندائے خلافت

قرآن حکیم کا انگریزی اور اردو ترجمہ حاصل کریں

اردو ترجمۂ قرآن جو ہم مفت تقسیم کر رہے تھے۔ ختم ہو گیا ہے۔ ہم نے اردو اور انگریزی دونوں ترجمے ایک جلد میں بھی شائع کئے ہیں۔ مجلد صفحات 600 صرف 100/ روپے بھیج کر حاصل کر سکتے ہیں۔ لیفٹیننٹ کرنل محمد ایوب خان 294 ایکسٹینشن کیولری گراؤنڈ لاہور کینٹ

فون: 6650120

مکتوب شکاگو

بائیکاٹ کا ہتھیار

* اکثر و بیشتر ہمارے چند نام نہاد دانشور اور قلم کار حضرات اپنی سیکولر ذہنیت کی عکاسی اپنی تحریروں اور تقریروں میں یوں کرتے نظر آتے ہیں کہ اسرائیلی اور امریکی پروڈکٹس کا بائیکاٹ کرنا ہماری بیوقوفی ہے' ایمان کی کمزوری ہے' جہالت ہے' وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ اسرائیلی اور امریکی ذرائع سے آئٹم خریدنے کا مطلب ہے کہ ہم ''یہودی war machine'' کو فیڈ کر رہے ہیں۔ جبکہ ان ممالک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنے سے ہم خود بخود اس جہاد میں شریک ہو جاتے ہیں جو عالمِ اسلام کو مشرکین کے ناپاک عزائم سے محفوظ رکھنے کے لئے ہم پر فرض ہے۔

اسلام کے ان دشمنوں کے خلاف یہ جہاد پہلے ان مسلمانوں پر فرض ہے جن کی سرزمین پر یہ مشرکین قابض ہیں۔ اگر وہ مقبوضہ مسلمان اتنی طاقت نہیں رکھتے کہ ان کا مقابلہ کر سکیں تو برادر مسلمان ممالک کا فرض ہے کہ ان کا ساتھ دیں' اور اگر یہ بھی مل کر مقابلہ نہ کر سکیں تو پورے عالمِ اسلام کا فرض ہے کہ ان کے خلاف ڈٹ جائے۔ اسرائیلی اور امریکی مصنوعات کا بائیکاٹ فی الوقت فلسطین اور دیگر مسلمان ممالک کے معصوم نہتے مسلمانوں کے ساتھ مل کر یہودیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کا بہترین طریقہ ہے۔

یہودی امریکی مل کر آج مسلمانوں کا خون بہا رہے ہیں' ان کی عزتیں violate کر رہے ہیں' املاک تباہ کر رہے ہیں' ان کے کھیت کھلیان کو آگ لگا رہے ہیں' ان کی زمین ان پر تنگ کر رہے ہیں۔ غرضیکہ کرپشن کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں تو کیا بھلا 1.3 بلین مسلمان مل جل کر ان کی مصنوعات کو NO کہہ کر ان کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کو ٹیڑھا نہیں کر سکتے۔ اس وقت جبکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے بھائی' بہنیں اور بچے الاقصیٰ میں بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کر رہے ہیں اور اللہ کی راہ میں اپنی جانیں دے رہے ہیں تو ہمیں بھی بڑھ چڑھ کر ان کے ساتھ ہر اس طاقت اور ذریعے کو بروئے کار لاتے ہوئے جہاد کرنا چاہئے جو ہمارے پاس موجود ہے۔ اور اسرائیلی' امریکی مصنوعات کا بائیکاٹ اس سپورٹ کا' اس جہاد کا اہم ستون ہے۔ ہمارا ہر روپیہ' ریال' ڈالرز درہم جو ہم دشمن مصنوعات پر لٹاتے ہیں وہ ہمارے بے گناہ مسلمان بھائیوں اور بچوں کے دل میں سوراخ کر دینے والی یہودی بلٹ بن جاتا ہے۔ اور یوں ان کی مصنوعات خرید کے ہم بھی مجرم بن جاتے ہیں۔ ان کی مصنوعات خرید کر ہم در اصل ان کو مضبوط بنا رہے ہیں حالانکہ ہونا یہ چاہئے کہ ہم ہر وہ کام کریں جو ان کو کمزور کر سکے۔ یہ قطعاً غلط خیال ہے کہ ہم بائیکاٹ کے ذریعے ان کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔

آج امتِ مسلمہ کے لئے وقت آ گیا ہے کہ نہ صرف امریکی/اسرائیلی پروڈکٹس کو خیر باد کہہ دیا جائے بلکہ ان کے اس کلچر اور لائف اسٹائل کو بھی گڈ بائے کر دیا جائے جو ہم نے ان سے متاثر ہو کر اور ان کے رنگ میں رنگ کر خود پر لاگو کر رکھا ہے۔ اپنی مارکیٹوں اور روزمرہ زندگی کا جائزہ

رعنا ہاشم خان

لے لیجئے' ہماری مارکیٹ ان کی مصنوعات سے اٹی پڑی ہیں' ہم کھاتے ان جیسا ہیں' پیتے ان جیسا ہیں' پہنتے ان جیسا ہیں' کاریں ان کی استعمال کرتے ہیں حتیٰ کہ زبان بھی ہمیں ان ہی کی پیاری ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے:

''تمہارے تین دشمن ہیں' تمہارا دشمن' تمہارے دشمن کا دوست اور تمہارے دوست کا دشمن''۔

آج جبکہ کئی لوگ اسرائیلی جارحیت کے خلاف غم و غصے کا اظہار گھنٹوں ٹی وی کے آگے بیٹھ کر غیر ملکی مشروبات اور سگریٹ کے ساتھ کرتے ہیں اور اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع کر کے بغیر کسی نتیجے پر پہنچے اٹھ جاتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ میدانِ عمل میں آئیں کہ ان مصنوعات کا بائیکاٹ اس جارحیت کے خلاف ایک ایسا پر امن عمل ہے جو ہر مسلمان ملک کا ہر شہری با آسانی کر سکتا ہے۔ آج کل نہ صرف امریکہ و یورپ میں بلکہ پاکستان سمیت کئی اسلامی ممالک میں امریکی کلچر کے زیرِ تسلط شادی یا منگنی کی تقریب متمول اور کئی جگہ متوسط گھرانوں میں بھی ڈائمنڈ کی انگوٹھی کے بغیر نامکمل سمجھی جانے لگی ہے۔ امریکہ میں آباد مسلم کمیونٹی میں تو اب اچھے شوہر کی پہچان ہی یہ بن کر رہ گئی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ڈائمنڈ کا سیٹ دلوا سکے۔ لیکن اگر ہم آنکھیں کھول سکیں تو دیکھیں گے کہ اس ڈائمنڈ کریز کے پیچھے بھی اسرائیلی ہاتھ کارفرما ہے۔ اسرائیل اس وقت دنیا بھر میں ڈائمنڈ کے cut and polish کا لیڈنگ ایکسپورٹر ہے۔ اسرائیل خام ڈائمنڈ کو ساؤتھ افریقہ اور انگولا سے امپورٹ کر کے تل ابیو اور دیگر اسرائیلی شہروں میں کمپیوٹر سافٹ ویئر اور آٹومیشن کی مدد سے کاٹ کر پالش کر کے دنیا بھر میں اور خصوصاً امریکہ میں فروخت کرتا ہے۔ ڈائمنڈ کی یہ ایکسپورٹ پوری اسرائیلی معیشت کا ایک تہائی حصہ ہے۔

امریکہ کی تمام مشہور فوڈ چینز بھی اسرائیل کو اپنے منافع میں سے مخصوص پرسنٹیج دے رہی ہیں جن میں میکڈونلڈ اور پیزاہٹ سرفہرست ہیں۔ میکڈونلڈ کے خلاف اپریل 2002ء میں مصر میں چلنے والی بائیکاٹ مہم نے میکڈونلڈ کے spokeperson کو یہ بیان دینے پر مجبور کر دیا کہ ہم اسرائیل کو کچھ نہیں دے رہے یہ محض ایک افواہ ہے۔ اور اب میکڈونلڈ سنجیدگی کے ساتھ اپنا نام بدل کر ''مین فوڈ'' رکھنے کی تیاری کر رہا ہے۔ اتنی بڑی فوڈ چین کو صرف نام بدلنے کے لئے جو پاپڑ بیلنا پڑیں گے' اس کی ساکھ جس طرح متاثر ہو گی اور جو ہزاروں ڈالر اس کام پر لگائے جائیں گے کیا اس کو دیکھتے ہوئے بھی یہ کہنے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ بائیکاٹ سے کچھ نہیں ہوتا۔

حال ہی میں مصر میں بائیکاٹ کے نتیجے میں sainsbury جیسی بڑی فوڈ اینڈ نیوٹریشن کی کمپنی بند ہو گئی ہے اور یو کے میں بھی یہ مشہور کمپنی مسلسل روبہ زوال ہے۔ Marks and Spencer کے برے دن بھی آ چکے ہیں۔ ان دونوں بڑی کمپنیوں کا کہنا ہے کہ ہم Zionist State کو سپورٹ نہیں کر رہے لیکن ان کے خلاف ٹھوس شواہد نے انہیں کنارے لگا دیا ہے۔ اسی طرح امریکن ایئر لائن TWA نے بھی اپنی بزنس کی زریں رسی کے کھینچے جانے پر تل ابیو کا روٹ چھوڑ دیا جبکہ وہاں سے اسے بڑا منافع حاصل ہو رہا تھا۔ یہودی لابی کو یقین ہے کہ TWA کا یہ فیصلہ بائیکاٹ کا ردِ عمل ہے۔ بائیکاٹ کی مہم جب بھی اور جہاں بھی چلائی گئی اس کے بڑے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے۔ گاندھی کی انگلش مصنوعات کے خلاف چلائی گئی بائیکاٹ کی مہم بھی ایک اچھی مثال ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم بھی بائیکاٹ کے اس ہتھیار کا خوب خوب استعمال کریں۔ رہ گیا یہ اعتراض کہ صرف مصنوعات ہی کا بائیکاٹ کیوں کیا جا رہا ہے' کرنا ہے تو ان کی ایجاد کردہ ٹیکنالوجی کا بھی بائیکاٹ کرو' HTML سے بھی دستبردار ہو جاؤ وغیرہ تو اس کا بہترین جواب اس حدیثِ نبوی ﷺ میں موجود ہے:

''دانائی کی بات مومن کی کھوئی ہوئی میراث ہے وہ اسے جہاں سے پائے حاصل کرلے''۔

ضرورت رشتہ

لندن میں مقیم دینی گھرانے کی 32 سالہ باپردہ اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکی کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: معرفت سردار اعوان

تنظیم اسلامی کی دعوت اور طریق کار

(آخری قسط)

محمد اشرف ڈھلوں

اسلام کے بیرونِ عرب بلکہ بین الاقوامی غلبہ کے مرحلہ کا آغاز رسول اکرم ﷺ نے اپنی زندگی ہی میں فرما دیا تھا۔ خلافت راشدہ کے دور میں یہی مشن آگے بڑھا تو دنیا کی دونوں سپر پاورز ایران اور روم کو ختم کر کے اسلام کو دنیا کی سپریم پاور بنا دیا۔

مسلمان بارہ صدیوں تک پوری قوت کے ساتھ (سوائے چند مستثنیات کے) دنیا پر چھائے رہے' لیکن پھر اپنی بداعمالیوں کی بنا پر زوال پذیر ہوتے گئے۔ بالآخر 1924ء میں اپنوں کی سادگی اور بیگانوں کی سازش سے خلافت کا ادارہ بھی ختم ہو گیا اور آج دنیا میں اسلام پبلک لاء کی حیثیت سے عملاً موجود نہیں ہے۔

بہر حال اب تک کی بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس نے کن مراحل سے گزر کر اسلام کو غالب و نافذ کیا۔ وہ مراحل حسب ذیل ہیں۔

1۔ آپؐ نے قرآن کی دعوت پھیلائی۔
2۔ ایمان لانے والوں کی جماعت بنائی۔
3۔ ان کی تربیت فرمائی۔
4۔ تنظیم و تربیت کے مرحلے کے دوران نبی ﷺ اور جماعت صحابہؓ نے صبر سے تمام تکلیفیں برداشت کیں۔
5۔ ہجرت کے بعد جب کچھ قوت فراہم ہو گئی تو خود اقدام کے مرحلے کا آغاز کیا۔ مسلح مہمات مختلف اطراف میں بھیجیں۔
6۔ نتیجتاً مسلح تصادم ہوا اور غزوات ہوئے۔ پھر اللہ نے غلبہ عطا فرمایا۔

آج بھی ہمیں اقامت دین کے لئے انہی مراحل میں سے گزرنا پڑے گا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ایمان کا منبع و سرچشمہ اللہ کی کتاب قرآن مجید ہے۔ اسی کی دعوت دوسروں تک پہنچائی جائے تاکہ دلوں میں ایمان پیدا ہو اور ایمان کے نتیجہ میں اپنے فرائض کی بجا آوری کی جا سکے۔ جن کے دلوں میں ایمان ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی کامیابی کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے پر آمادہ ہوں گے۔ ایسے افراد پر مشتمل ایک جماعت وجود میں آئے۔ جماعت منظم ہو۔ اس جماعت کی اساس اور بنیاد بیعت سمع و طاعت فی المعروف پر ہو۔ پھر جو لوگ جماعت میں شامل ہو جائیں ان کی تربیت کی جائے۔

بقول اکبر الٰہ آبادی

تو خاک میں مل اور آگ میں جل
جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پر
تعمیر نہ کر' بنیاد نہ رکھ

جماعت میں شامل افراد کی تربیت ہوتی رہے۔ دعوت کا سلسلہ جاری رہے۔ دعوت و تربیت کا سلسلہ جاری رہتے ہوئے جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت کی تعداد و قوت معقول ہو جائے تو اقدام کا مرحلہ آئے۔ اقدام کرنے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ اقدام کے نتیجہ میں باطل اپنے بچاؤ اور اہل حق کو ختم کرنے کے لئے پوری قوت سے حملہ آور ہو گا۔ اس تصادم کی صورت میں آج کے دور میں یکطرفہ طور پر صبر کرتے ہوئے تمام مصائب کو برداشت کیا جائے۔ قربانیاں دی جائیں۔ استقامت اختیار کی جائے۔

چونکہ آج کے دور میں باطل نظام کی محافظ حکومتیں ہیں اور حکومت وقت کے پاس پولیس' آرمی اور دیگر فورسز موجود ہیں۔ نہتے افراد حکومتی طاقت کا مقابلہ طاقت کے بل بوتے پر نہیں کر سکتے۔ البتہ پرامن احتجاج کرتے ہوئے اپنے دینی مطالبات پیش کرتے ہوئے قربانیاں دے کر لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کر سکتے ہیں۔ بالآخر قربانیاں رنگ لاتی ہیں اور باطل میدان چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔

آج کے دور میں آخری تصادم کے مرحلہ میں دینی جماعت پرامن احتجاجی تحریک چلائے گی۔ حکومت موجود نظام کو بچانے کے لئے پوری قوت سے دینی جماعت کو کچلنے کی کوشش کرے گی۔ دو نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

1۔ یہ کہ دینی تحریک کو مکمل طور پر کچل دیا جائے اور تمام افراد جام شہادت نوش کر لیں۔ اس صورت میں اہل ایمان کی ناکامی نہیں ہے۔ اس لئے کہ

شہادت ہے مطلوب و مقصود و من
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

شہادت کی قبولیت کی صورت میں اللہ کی رضا حاصل ہو گی اور آخرت کی نجات بھی۔

2۔ دوسرا نتیجہ یہ بھی نکل سکتا ہے کہ تحریک کامیاب ہو جائے۔ فوج دینی لوگوں پر گولیاں چلانے سے انکار کر دے۔ جیسا کہ موجودہ تاریخ میں ایران میں ہو چکا ہے۔ شہنشاہ ایران نے خمینی کے ساتھیوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ دیئے لیکن بالآخر فوج کے سپاہیوں کی طرف سے انکار پر شاہ کو ملک بھی چھوڑنا پڑ گیا اور خمینی کی تحریک کامیاب ہو گئی۔

اسی طرح پاکستان میں بھٹو کے خلاف PNA کی احتجاجی تحریک نظام مصطفیٰ کے نام پر تقریباً کامیاب ہو گئی تھی لیکن تحریکی قیادت کی بدنظمی اور انتشار کی وجہ سے ضیاء الحق نے مارشل لاء لگا لیا اور مضبوط ترین حکمران ضیاء الحق کے زکوٰۃ آرڈیننس کے خلاف اہل تشیع کا منظم احتجاج بھی کامیاب ہوا اور ضیاء الحق کو اپنے ہی آرڈیننس میں ترمیم کر کے اہل تشیع کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ کرنا پڑا۔

اسی طرح اگر مضبوط دینی جماعت آج کے معاشی طور پر بدحال پاکستان میں احتجاجی تحریک شروع کرے جو اسلام کے عدل اجتماعی کے قیام و نفاذ کے لئے ہو تو ان شاء اللہ اس کی کامیابی کے امکانات بہت زیادہ ہیں کیونکہ لوگ نظام ظلم سے نجات چاہتے ہیں۔

تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی راہ نمائی میں اسی مشن کے لئے اسوہ رسول ﷺ کے مطابق کوشاں ہے۔ تنظیم اسلامی لوگوں تک قرآن کا پیغام پہنچانے کی بھرپور کوشش کر رہی ہے۔ تاکہ دلوں میں پھر ایمان کی حرارت پیدا ہو اور

''پھر دلوں کو یاد آ جائے پیغام سجود''

جن لوگوں کو قرآنی دعوت اپنی طرف کھینچ لیتی ہے وہ تنظیم اسلامی میں شامل ہو کر اسی کام میں لگ جاتے ہیں۔ تنظیم اسلامی میں شامل ہونے کے لئے امیر تنظیم سے بیعت سمع و طاعت فی المعروف کرنا پڑتی ہے۔

تنظیم اسلامی اپنے رفقاء کی بالخصوص اور تمام احباب کی بالعموم تربیت و تزکیہ کا اہتمام بھی کر رہی ہے تاکہ رفقاء تنظیم کندن بن کر باطل کے خلاف ڈٹ جانے والے بن سکیں۔

دعوت و تربیت کا یہ سلسلہ جاری ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے معقول تعداد مہیا فرما دیں گے تو پھر نظام باطل کے خلاف راست اقدام کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔ جب تک آخری مرحلہ کا وقت نہیں آتا دعوت و تربیت کا سلسلہ بذریعہ قرآن جاری رہے گا اور منکرات کے خلاف جہاد باللسان ہوتا رہے گا۔

مزید یہ کہ تنظیم اسلامی میں مسلک پرستی کی گنجائش

نہیں ہے۔ ہر مسلمان اپنے فرائض کی بجا آوری کے لئے تنظیم اسلامی میں شامل ہو سکتا ہے۔ ہمارا تشخص صرف اسلام ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تنظیم اسلامی کی تحریک کامیاب ہوگئی تو فوری طور پر پاکستان میں نظام خلافت نافذ کر دیا جائے گا۔ خلافت کے نظام کے نفاذ سے سماجی و معاشی اور سیاسی سطح پر حسب ذیل تبدیلیاں پیدا ہوں گی۔

معاشرتی سطح پر تبدیلیاں

1۔ چونکہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اس لئے رنگ، زبان، پیشے اور جنس کی بنیاد پر نہ کوئی اونچا ہوگا نہ نیچا بلکہ عزت اور شرافت کا معیار صرف تقویٰ اور پرہیزگاری ہوں گے۔

2۔ پردے کے شرعی احکام نافذ کر کے خواتین کے عزت اور وقار کی حفاظت کی جائے گی۔ اسلام کے خاندانی نظام کے تحت خواتین کو معاشی کفالت کی پوری ضمانت حاصل ہوگی تا کہ وہ پوری یکسوئی کے ساتھ آئندہ نسل کی صحیح تربیت کر سکیں۔

3۔ خواتین کو ملکیت اور وراثت کے اسلامی حقوق حاصل ہوں گے۔ انہیں تعلیم، صحت اور گھریلو صنعتوں کے میدان میں اپنی صلاحیتیں بروئے کار لانے کی پوری آزادی ہوگی۔

4۔ اسلامی سزاؤں کے نفاذ سے بدامنی کا مکمل خاتمہ ہو جائے گا اور قتل، چوری اور ڈاکے کے علاوہ زنا اور تہمت زنا کی بھی جڑ کٹ جائے گی۔

5۔ سماجی برائیوں جیسے رشوت، فضول خرچی، نمود و نمائش کے لئے بے تحاشا دولت ضائع کرنے اور شادی بیاہ کی ہندوانہ رسموں کا خاتمہ ہو جائے گا۔

6۔ مفت اور جلد از جلد انصاف مہیا ہوگا اور جھوٹی گواہی کا خاتمہ ہو جائے گا۔

7۔ سب کے لئے ایک ہی جیسا نظام تعلیم ہوگا۔ اس میں قدیم اور جدید اور دینی و دنیوی کی کوئی تقسیم نہیں ہوگی۔ تعلیم میٹرک تک مفت ہوگی۔

معاشی سطح پر حسب ذیل تبدیلیاں ہوں گی:

1۔ ریاست ہر شہری کی بنیادی ضروریات یعنی غذا، لباس، رہائش، تعلیم اور علاج کی ذمہ دار ہوگی۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے مسلمانوں سے زکوٰۃ اور عشر اور غیر مسلموں سے جزیہ کی وصولی کا نظام نافذ ہوگا۔

2۔ مخلوق خدا کی خدمت کرنے، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور ضرورت مند افراد کو بغیر سود قرضہ دینے کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

3۔ سود کی لعنت کا مکمل طور پر خاتمہ ہو جائے گا۔ جوئے، سٹہ، لاٹری، دو طرفہ آڑھت اور خرید و فروخت کی تمام حرام صورتوں کو ختم کر کے سرمایہ داری کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔

4۔ شریعت اسلامی کی حدود کے اندر اندر انفرادی ملکیت اور آزاد معاشی جدوجہد کی فضا برقرار رہے گی اس ضمن میں صحت مند مقابلے سے صنعت و تجارت کو ترقی ہوگی اور پیداوار میں اضافہ ہوگا۔

5۔ مزدور اور کارخانہ دار کے درمیان اسلامی بھائی چارے اور عدل و انصاف کے علاوہ باہمی سودا کاری میں مزدور کو ریاست کی جانب سے کفالت کی ضمانت حاصل ہوگی۔

6۔ جاگیرداری کی لعنت کا مکمل خاتمہ ہو جائے گا اور اسی طرح زمینداری کی ساری برائیاں بھی ختم ہو جائیں گی۔ اس سلسلے میں امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے متفقہ فقرے سے بھی مدد لی جاسکتی ہے جس کی رو سے مزارعت کی ہر شکل حرام ہے اور حضرت عمرؓ کے اس اہم اجتہاد کو بھی بنیاد بنایا جا سکتا ہے کہ جو علاقے کسی بھی وقت مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کیے تھے ان کی اراضی انفرادی ملکیت نہیں ہوتیں بلکہ اسلامی ریاست کے بیت المال کی ملکیت ہوتی ہیں۔ بہرحال زمینداری کی تمام برائیوں کا قلع قمع ہو جائے گا۔

سیاسی سطح پر تبدیلیاں:

1۔ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔ چنانچہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جا سکے گا۔ اعلیٰ عدالتوں کو پورا اختیار ہوگا کہ اس قانون کو منسوخ کر دیں جو قرآن و سنت کے خلاف ہو۔

2۔ ریاست کے کامل شہری صرف مسلمان ہوں گے اور ان کے حقوق شہریت بالکل مساوی ہوں گے اور وہ اسلام کے اصولِ مشاورت کے مطابق باہمی مشورے سے ملک کے نظام کو چلائیں گے۔

3۔ تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہوں گے اور کوئی شخص حتیٰ کہ صدر ریاست یا وزیراعظم یا خلیفہ وقت بھی قانون سے بالاتر نہ ہوگا۔

4۔ غیر مسلموں کی جان مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا پورا ذمہ لیا جائے گا اور انہیں کامل معاشی اور مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ چنانچہ وہ اپنے مذہب کے مطابق اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے حق دار ہوں گے۔ البتہ انہیں مسلمانوں میں اپنے مذہب کی تبلیغ کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

5۔ وحدانی یا فیڈرل یا کنفیڈرل نظام ریاست...... اور اسی طرح صدارتی یا پارلیمانی طرزِ حکومت میں کسے اختیار کیا جائے اس کا فیصلہ عوام کی کھلی رضامندی پر منحصر ہوگا۔ اس لئے کہ ان میں سے دینی اعتبار سے نہ کوئی لازمی ہے نہ حرام یا ناجائز۔

6۔ علاقائی یا نسلی و قبائلی روایات میں سے جو شریعتِ اسلامی سے متصادم نہ ہوں انہیں پورا تحفظ حاصل ہوگا۔ اسی طرح علاقائی زبانوں کے حقوق کی حفاظت ہوگی البتہ سب سے زیادہ زور عربی زبان کی تعلیم و ترویج پر دیا جائے گا۔

دعا

—— تلوک چند محروم ——

ہر چیز سے عیاں ہے یا رب ظہور تیرا — خورشید میں، قمر میں، تاروں میں نور تیرا
قدرت سے تیری ساکن قدرت سے تیری جاری — قائم ترے سہارے ہے کائنات ساری
باقاعدہ ہے تجھ سے سارا نظامِ عالم — قدرت کے ہیں کرشمے یہ صبح و شامِ عالم
روشن کرے فلک پر پیہم جو چل رہے ہیں — دن رات بن رہے ہیں، موسم بدل رہے ہیں
ارض و سما کے عامل جو کام کر رہے ہیں
یکسر تری اطاعت کا دم وہ بھر رہے ہیں
حاضر ہیں تیرے در پہ پروردگار ہم بھی — ہیں رحم اور کرم کے امیدوار ہم بھی
علم و عمل کا رستہ یارب ہمیں دکھا دے — جس سے ملے سعادت اس راہ پر چلا دے
یا رب! تری رضا کے طالب رہیں ہمیشہ — نیکی کریں، بدی پر غالب رہیں ہمیشہ
عقبیٰ کی سرخ روئی، دنیا کی کامگاری — حاصل ترے کرم سے ہم کو ہو ذات باری
وہ علم دے ہو جس سے دانش کا نور دل میں
پروردگار، دیکھیں تیرا ظہور دل میں

اسلامی حکومت کو ترکی فوج کی تنبیہ

ترکی فوج کے سربراہ حلمی اوزکوک نے ملک کی نئی اسلام پسند حکومت میں اسلام و دینی رجحانات کے بڑھتے ہوئے اثرات پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی رجحانات کی وجہ سے فوج حکومت کو برخواست کر سکتی ہے وہ جیسا کہ اس نے 1997ء میں کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ اس بات پر فکرمند ہیں کہ برسراقتدار پارٹی ''انصاف وترقی جماعت'' کا تعلق چند ممنوعہ اسلامی تنظیموں سے رہا ہے' لیکن جماعت کی قیادت ان اسلامی تنظیموں سے تعلقات سے انکار کرتی رہی ہے۔ یہ پارٹی نومبر 2002ء کے انتخابات میں اکثریت حاصل کر کے اقتدار میں آئی تھی۔ ترکی کے آئین کی رُو سے اس کی سیکولر اقدار کی محافظ فوج ہے۔ فوج گزشتہ چند ماہ کے دوران میں وزیراعظم طیب اردگان اور ان کی اسلام پسند پالیسی کے سلسلے میں اپنی تشویش کا اظہار کرتی رہی ہے۔ ترک فوج کے سربراہ نے واضح الفاظ میں کہا کہ فوج اپنے آئینی کردار سے دستبردار نہیں ہوگی۔ حکومت کے ذرائع نے فوج کے ساتھ کشیدگی کی قیاس آرائیوں سے انکار کیا ہے۔

اس خبر کے ساتھ ہی انقرہ کی نیوز ایجنسی نے ایک سروے رپورٹ جاری کی ہے جس کے مطابق 77 فیصد گھرانوں کی خواتین جب گھروں سے باہر نکلتی ہیں تو سکارف اوڑھتی ہیں۔ 64 فیصد ترک خواتین اپنے سر ڈھانپتی ہیں۔ لیکن سرکاری دفاتر اور سکولوں میں سکارف ممنوع ہے۔

اسلامی کانفرنس تنظیم کا سہ روزہ اجلاس

ہفتہ رواں میں اسلامی کانفرنس تنظیم کے رُکن ممالک کے وزرائے خارجہ کا سہ روزہ اجلاس تہران میں منعقد ہوا جس کے مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا کہ تشدد اور دہشت گردی کے بڑھتے ہوئے واقعات دنیا کو درپیش حقیقی مسائل کے حل میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔ دھونس' دھمکی اور دھاندلی اور یک طرفہ کارروائیوں سے آزادی اور جمہوریت کے نصب العین کو نقصان پہنچتا ہے۔ لوگوں اور ملکوں کی آزادی اور خودمختاری متاثر ہوتی ہے۔ مشترکہ اعلامیہ میں بین الاقوامی اور اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کو پامال کرنے کے بڑھتے ہوئے رجحان پر تشویش کا اظہار کیا۔ اسلام اور اسلامی ممالک کو تشدد اور دہشت گردی سے منسلک کرنے کی کوششوں پر اظہارِ مذمت کرتے ہوئے ایسی کارروائیوں کو ناجائز قرار دیا گیا اور اس عزم کا اعادہ کیا گیا کہ اسلامی کانفرنس تنظیم (او آئی سی) ہر قسم کی دہشت گردی اور تشدد پسندی کے خلاف ہے۔ فلسطین اور دوسرے عرب علاقوں پر اسرائیلی تسلط اور فلسطینی عوام کے خلاف اسرائیل کی دہشت گردی کی مذمت کی گئی۔ نیز فلسطین' کشمیر' شام اور لبنان کے عوام سے اظہارِ یکجہتی کیا گیا۔

ایران پر امریکی الزامات

امریکا کے وزیر دفاع ڈونلڈ رمزفیلڈ نے ایران پر الزام عائد کیا ہے کہ وہ اپنی ریڈیائی نشریات کے ذریعے اور انقلابی گارڈز کو عراق بھیج کر عراق کے اندر امریکا اور برطانیہ کی فوجوں کے خلاف مزاحمت کر رہا ہے۔ جب اُن سے پوچھا گیا کہ کیا ایران کی باری آنے والی ہے' تو انہوں نے کہا کہ اس کا دارومدار یقیناً ایرانی لوگوں کے رویے پر ہے۔ رمزفیلڈ نے ایران کے بارے میں یہ سیاست خیز تبصرہ ایسے وقت میں کیا ہے جبکہ صبح شام یہ اطلاعات آنی شروع ہوگئی ہیں کہ بش انتظامیہ اس امر پر سنجیدگی سے غور بلکہ بحث کر رہی ہے کہ آیا ایران کی اسلامی حکومت کو غیر مستحکم کرنے کے لئے خفیہ مہم چلائی جائے یا سفارت کاری کے ذریعے ایرانی حکومت پر دباؤ بڑھایا جائے۔ رمزفیلڈ نے کہا کہ حکومت ایران نے ''القاعدہ'' کے ارکان کو اپنے ہاں سرگرمیوں کی اجازت دے رکھی ہے۔ ایران کو عراق کی موجودہ غیر یقینی صورت حال کا جزوی ذمہ دار قرار دیا اور کہا کہ عراق میں ایران کے انقلابی گارڈز کی موجودگی حالات کی خرابی کی بڑی وجہ ہے۔

شیعہ ممالک کا نیا بلاک

امریکا کے ایک بااثر اخبار ''لاس اینجلز ٹائمز'' نے مشرق وسطی کی صورتِ حال پر اپنے ایک خصوصی تجزیاتی مضمون میں لکھا ہے کہ امریکا نے صدام حسین کو ہٹا کر بے خبری میں خلیج فارس سے بحیرۂ روم تک شیعہ ممالک کا ایک خوفناک بلاک قائم کر دیا ہے۔ ایران' عراق' شام' بحرین اور لبنان پر مشتمل یہ بلاک مشرق وسطی کی آئندہ سیاست پر چھایا رہے گا اور اس بلاک سے کئی عالمی سطح کے ادارے' سیاسی و روحانی لیڈر ابھریں گے۔ ایران' عراق' لبنان اور بحرین میں شیعہ آبادی کی اکثریت ہے۔ شام میں اگرچہ اکثریت نہیں' لیکن حکومت میں ان کا بہت زیادہ عمل دخل ہے۔ پاکستان اور بھارت میں بھی کافی تعداد میں شیعہ لوگ موجود ہیں۔ سعودی عرب کے ایک مشرقی صوبے میں بھی شیعوں کی اکثریت ہے۔ اسی طرح امریکا نے صدام حسین کو ہٹا کر شیعہ آبادی والے ملکوں کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔

کشمیر کا حل: چناب فارمولا

آزاد کشمیر کے وزیراعظم سردار سکندر حیات خان نے مسئلہ کشمیر کے حل کے سلسلے میں کشمیر کو تقسیم کرنے کی بات کر کے تمام کشمیری حلقوں کو چونکا دیا ہے۔ انہوں نے برطانوی ریڈیو کو ایک انٹرویو میں کہا کہ اگر پنجاب اور بنگال کی تقسیم ہو سکتی ہے تو اسی اصول کی بنیاد پر کشمیر کو بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ کشمیر کے مسلم اکثریتی علاقوں کو الگ کر دیا جائے اور اس مقصد کے لئے دریائے چناب کو سرحد بنایا جائے۔ یہ ایک مناسب اقدام ہوگا جس سے کشمیریوں' بھارت اور پاکستان تینوں فریقوں کو ''فیس سیونگ'' مل جائے گی۔ آزاد کشمیر کی برسراقتدار پارٹی ''مسلم کانفرنس'' کے صدر سردار عتیق احمد خان نے ''چناب فارمولا'' پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ تقسیم کشمیر کی بات کرنا یا تقسیم کے کسی فارمولے کی حمایت کرنا درست نہیں۔ آزاد کشمیر کے صدر میجر جنرل (ریٹائرڈ) سردار محمد انور خان نے بھی چناب فارمولے کے خلاف بیان دیتے ہوئے کہا کہ کوئی شخص کشمیر کو تقسیم کرنے کی حمایت نہیں کر سکتا۔ اُدھر مقبوضہ کشمیر کے کٹھ پتلی وزیراعلیٰ مفتی سعید نے سری نگر' مظفر آباد اور جموں سیالکوٹ راستے کھولنے کی تجویز پیش کی جس کے چند روز بعد آزاد کشمیر کے وزیراعظم نے چناب فارمولا پیش کر دیا۔ کیا یہ دونوں بیانات محض اتفاق ہیں یا اِن میں کوئی واقعاتی مماثلت بھی ہے؟ سیاسی حلقوں میں یہ سوال بھی اٹھ رہے ہیں کہ سردار سکندر حیات خان نے اتنی بڑی بات کہنے سے قبل اپنی جماعت کی مجلس عاملہ کو اعتماد میں لینے کی ضرورت کیوں نہیں سمجھی؟ کیا یہ تجویز ان کی ذاتی رائے ہے یا کسی اور طاقت کی ایماء پر یہ تجویز پیش کی گئی ہے؟ البتہ سیاسی حلقوں میں یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ اس تجویز کے پس پردہ کچھ ضرور ہے جسے بے نقاب کرنے سے پہلے رائے عامہ کو ذہنی طور پر ہموار کیا جا رہا ہے۔

کیا مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر کے وزراء کے ان بیانات کا کوئی تعلق امریکا کے سابق صدر کلنٹن کے اس بیان سے بھی ہے' جس میں انہوں نے کہا کہ مسئلہ کشمیر امریکی تعاون کے بغیر حل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر امریکا نے اس مسئلے کو حل کرنے میں اپنا کردار ادا نہ کیا تو بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی۔

[illegible]

☆ تنظیم اسلامی سرگودھا کے رفیق نذیر احمد شیخ زید ہسپتال میں زیر علاج ہیں' ان کی جلد صحت یابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کا دورۂ فیروز والا

تنظیم اسلامی شاہدرہ/فیروز والا حلقہ لاہور میں شامل تنظیموں میں اپنے حجم کے اعتبار سے ''مختصر'' تنظیم ہے تاہم رفقاء اپنی بساط اور لگن کے مطابق اقامت دین کی مقدس جدوجہد میں بع ''کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں رہی'' کے مصداق مصروف کار ہیں۔ عرصہ دراز تک فیروز والا کے رفقاء کو ''مسجد فرقان'' کی صورت میں دعوتی سرگرمیوں کے لئے ایک مرکز مہیا تھا۔ جہاں تنظیم کے بانی امیر سمیت تنظیم اسلامی کی اعلیٰ قیادت کے سبھی لوگ دعوتی خطابات کے لئے تشریف لاتے رہے۔ مگر بعض اسباب کی وجہ سے مسجد فرقان تنظیم اسلامی کی دعوتی سرگرمیوں کے لئے ''شجر ممنوعہ'' کی حیثیت اختیار کر گئی۔ تقریباً سات سال پر محیط یہ طویل عرصہ اسی سوچ و بچار اور کاوش و کوشش میں گزرا کہ اللہ تعالیٰ رفقاء فیروز والا کو پھر سے مسجد کی شکل میں ایک پلیٹ فارم فراہم کر دے تا کہ دعوتی سرگرمیوں کو عوامی سطح تک بسہولت اور وسیع حلقے میں پہنچایا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کی خصوصی دلچسپی اور تعاون سے فیروز والا میں ڈھائی کنال سے بھی زائد رقبے پر مشتمل چار دیواری اور مناسب (Covered Area) فراہم ہو گیا جہاں نماز پنجگانہ، جمعہ و جماعت اور تنظیمی اجتماعات منعقد کرنے کی ضروری سہولتیں معمولی ترمیم سے مہیا ہو گئیں۔ ان انتظامات کے بعد امیر محترم کو مسجد نور الہدیٰ کی افتتاحی تقریب میں تشریف لانے کی درخواست کی گئی جسے الحمد للہ شرف قبول عطا کر دیا گیا۔ 4/ مئی 2003ء کو نماز عصر کی جماعت مسجد کی افتتاحی تقریب قرار پائی۔ احباب کو ایک سادہ مگر جاذب نظر دعوت نامے کے ذریعے تقریب میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ وقت موعود آن پہنچا اور امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید، ناظم اعلیٰ جناب اظہر بختیار خلجی اور رفیق تنظیم جناب ولی اللہ زاہد کے ہمراہ جامع مسجد نور الہدیٰ پہنچے۔ رفقاء و احباب میر مجلس اور صدر محفل کے منتظر تھے۔ امیر محترم نے نماز عصر کی امامت کے فرائض ادا کئے۔

بعد ازاں حسب پروگرام مختصر پروگرام ہوا۔ قاری و حافظ محمد الیاس صاحب نے سورۂ توبہ کی آیات 18 تا 22 تلاوت کیں۔ ان آیات مبارکہ میں مساجد کی تعمیر و آباد کرنے والوں کے اوصاف مطلوبہ کو بیان کیا گیا ہے۔ رفیق مکرم مولانا افتخار احمد اور محمد عدیل نے حضورؐ کی بارگاہ عالی میں ہدیہ عقیدت و محبت پر مبنی نعتیہ اشعار پیش کئے۔ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے ''مسجد کی اہمیت'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا ''اسلام سے امت کی دوری کے باوجود مساجد کو عوام و خواص میں تقدس کا درجہ حاصل ہے اور مساجد مسلمانوں کے دور زوال میں بھی اہل اسلام کی دینی تعلیم اور روحانی و اخلاقی تربیت کے لئے اہم کردار ادا کر رہی ہیں' انہوں نے کہا کہ مساجد کو قرآن مجید کی آفاقی تعلیم کو عام کرنے کے لئے بھرپور طریقے سے استعمال کیا جائے اور انہیں تعلیم بالغاں کے ''قرآنی مراکز'' کی شکل دے دی جائے تو مسلمان موجودہ زوال سے بہت جلد عروج و سربلندی کی طرف گامزن ہو سکتے ہیں۔

امیر محترم نے کہا کہ دور نبویؐ اور عہد خلافت راشدہ میں مسجد بیک وقت ایوان حکومت' ایوان عدل' پارلیمنٹ اور یونیورسٹی کا درجہ حاصل تھا اور مسجد اسلامی کو ریاست میں گویا ''مرکزی ادارے'' کی حیثیت حاصل تھی مگر افسوس کہ مسلمانوں نے مسجد کے کردار کو بھی محدود کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ مساجد کو دین کی تعلیمات کے زندہ و متحرک مراکز بنا کر ہی مسلمان موجودہ زوال اور خلفشار سے نکل سکتے ہیں۔ امیر محترم کے پر مغز، مدلل اور پر تاثیر خطاب کے بعد مولانا محمد احمد فریدی اور مولانا طارق جاوید صاحب نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ مساجد کو فرقہ وارانہ تعصبات کو ابھارنے کے لئے استعمال نہیں ہونا چاہئے۔ مسجد کا تقدس بحال کرنا ہی وہ اہم ترین کام ہے جسے ادا کئے بغیر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

بعد ازاں رفیق محترم حاجی ظفر محمود صاحب کی طرف سے پیش کردہ ''حلویات'' سے مہمانوں کی تواضع کی گئی۔ امیر محترم سے درخواست کی گئی کہ وہ مسجد کے افتتاح کے حوالے سے تیار کردہ تختی کی دعا کے ساتھ نقاب کشائی بھی فرمائیں چنانچہ یہ مرحلہ بھی طے ہو گیا۔ نماز مغرب کی امامت کے فرائض امیر محترم نے ادا فرمائے اور یوں یہ مبارک اور مقدس مشن کا مرحلہ اولین بحسن و خوبی طے پا گیا۔ مسجد نور الہدیٰ میں پنجگانہ نماز کی ادائیگی کے علاوہ نماز فجر کے بعد درس قرآن کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ضروری اسباب و وسائل مہیا فرما دے تا کہ تنظیم اسلامی کے فکر و فلسفہ اور طریق کار سے مناسبت رکھنے والا بلند مقاصد کا حامل مثالی مرکز تعمیر کیا جاسکے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں ''فضائے بدر'' پیدا کرنے کی ہمت اور توفیق عطا فرما دے تا کہ ''نصرت خداوندی'' ہمارے شامل حال ہو سکے۔ آمین

(رپورٹ: نعیم اختر عدنان)

تنظیم اسلامی باغ آزاد کشمیر کے زیر اہتمام شب بسری

ماہ مئی میں حسب سابق یہ پروگرام بھی دفتر تنظیم اسلامی باغ میں ہوا۔

پروگرام کا آغاز بعد از نماز عصر قاری عبدالجلیل صاحب ناظم شعبہ تجوید و قرأت کی تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ شب بسری کے ناظم محمد عارف درانی تھے۔

سب سے پہلے جناب عبدالقیوم قریشی نے مطالبات دین کو عام فہم اور دلنشیں انداز میں مقام بندگی' دعوت بندگی اور نظام بندگی کے عنوانات کے تحت بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ''ادھوری بندگی'' سے دنیاوی آقا خوش نہیں ہوتے تو کجا دو جہاں کا مالک خوش ہو۔ ہمارے آدھے جسم پر اللہ کی حکومت ہے اور آدھے جسم پر طاغوت کی۔ آدھا تیتر' آدھا بٹیر والا معاملہ اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ جب تک مقام بندگی کو سمجھنے والے اور عمل کرنے والے دعوت بندگی کے راستے سے گزر کر' ایک بنیان مرصوص بن کر ایک امیر کی اطاعت فی المعروف میں اپنا تن من دھن اللہ کی رضا اور آخرت کی فلاح کے لئے کھپانے کے لئے ہمہ وقت تیار نہ ہوں' نظام بندگی قائم نہیں ہو سکتا اور نظام بندگی کو قائم کرنے کی جدوجہد میں اصل آلۂ انقلاب قرآن ہی ہے۔

بعد نماز مغرب پروگرام دوبارہ شروع ہوا تو راجہ داؤد صاحب نے اپنی مخصوص گرجدار آواز میں سورۂ جمعہ کا درس دیا۔ انہوں نے بڑے خوبصورت پیرائے اور کم وقت میں انقلاب کے لئے مردان کار فراہم کرنے کا طریقہ امور چہارگانہ کے ذریعے واضح کیا۔

عمل صالح پر درس قرآن زراب حسین عباسی امیر تنظیم اسلامی باغ نے دیا اور عمل صالح کے تمام مراحل و مدارج بیان کرتے ہوئے بتایا کہ سورۂ حدید سے سورۂ تحریم تک جو عمل صالح بیان ہوا ہے آخر وہ غلبہ اقامت دین کے سوا اور کیا ہے اور یہ اسی وقت سمجھ میں آئے گا جب ہماری قرآن کے ساتھ گہری وابستگی ہو گی' بصورت دیگر وہی کچھ ہو گا جو آج کل مساجد اور خانقاہوں میں ہو رہا ہے جس میں سب کچھ ہے مگر قرآن کا دیا ہوا ''عمل صالح'' نہیں ہے۔

نماز عشاء اور عشائیہ کے بعد تعارف کی نشست ہوئی۔

نماز فجر کے بعد پروفیسر جاوید صاحب نے سورۃ البلد کا درس قرآن دیا۔ انہوں نے بہت کم وقت میں موثر انداز میں دنیا میں انسان کی اور انسان کے لئے دنیا کی صحیح حیثیت سمجھانے کی بھرپور سعی کی اور واضح کیا کہ اللہ نے انسان کے لئے سعادت اور شقاوت دونوں راستے کھول رکھے ہیں۔ ان کو دیکھنے اور ان پر چلنے کے وسائل بھی فراہم کر دیئے ہیں۔ اب یہ انسان کی اپنی کوشش اور محنت پر موقوف چھوڑ دیا ہے کہ وہ کونسی راہ اختیار کر کے کس انجام کو پہنچتا ہے۔ اس کے بعد پروفیسر افتخار عباسی نے تنظیم

mainstream media credits one and punishes other for the same thing any way. At least, like your president, your religious leaders do not have guns and bombs at their direct disposal to use against Muslims.

Perhaps Laurie Goodstein should now visit the White House to attend a far more offensive anti-Islam meeting than she did at your church in Ohio. Or if she is a security threat at the White House, she may consider reporting truth and noting but the truth from an editorial board meeting from her employer's office.

End Notes:

1. Goodstein, Laurie. (2003). "Seeing Islam as 'Evil' Faith, Evangelicals Seek Converts," The New York Times, May 27.
2. Haqqani, Husain (2003), "The American Mongols," Foreign *Policy Magazine*, May/June 2003.
3. M.A. Muqtedar Kahn, "A Memo to American Muslims," Column on Islamic Affairs, at: http://www.ijtihad.org/memo.htm
4. [[4]] Bob and Passantino, Gretchen (2001), "Islam: Moderate and Peace Loving or Radical and Violent?" Answers in Action, P.O. Box 2067, Costa Mesa, California 92628, see http://answers.org/cultsandreligions/islampeace.html

---

اسلامی ہی کیوں؟ کے عنوان کے تحت مختصر، ٹھوس اور مدلل گفتگو کی۔

حسب سابق اس بار بھی محمد عارف درانی کو سیرت صحابہ کا موضوع دیا گیا۔ انہوں نے سیدنا عمر فاروقؓ کی سیرت کے واقعات کو حزب اللہ کو اپنانے کے حوالے سے منطبق کیا کہ یہ سیرت سنانے یا تحریر کرنے کی چیز نہیں بلکہ یہ اپنی عملی زندگی میں اپنانے اور نافذ کرنے کے لئے بیان کی جاتی ہے۔

آخر میں ضلع مظفر آباد سے آئے ہوئے مہمان امیر تنظیم اسلامی مظفر آباد نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہماری ہدایت کے لئے دو ذرے ہی کافی ہیں۔ ان پر دائمی عمل کیا جائے۔ ہمیں اپنے حلقہ اثر اور دائرہ اثر میں اپنی دعوت کو صاف صاف اور آسان انداز میں پہنچانا چاہئے ایسا نہ ہو کہ ہماری دعوت امریکہ تک پہنچ جائے مگر گھر والے اور پڑوسی بے خبر رہیں۔

پروگرام میں کل اکتالیس افراد نے شرکت کی۔

ڈاکٹر خالد نعمت صاحب بڑی دور سے صرف تین گھنٹہ کی رخصت لے کر اس شب بسری میں حاضر ہونے کے لئے آئے اور مختصر الفاظ میں فرض کی ادائیگی، اخلاص نیت، اللہ کا سچا اور پکا سپاہی بننے کی دعوت دی۔ خطاب کے بعد وہ واپس چلے گئے۔ ایک ساتھی نے تنظیم میں شامل ہونے اور بعد میں اس پروگرام کو جاری رکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ (رپورٹ: محمد عارف درانی)

نائب ناظمہ حلقہ خواتین کا دورۂ فیصل آباد

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین فیصل آباد میں 2 اسرہ قائم ہیں۔ یہاں 22 رفیقات ہیں۔ ایک اسرے کی نقیبہ مسز احسان ملک صاحبہ اور دوسرے اسرے کی ڈاکٹر آمنہ ہیں۔ مورخہ 18 مئی بروز اتوار یہاں رفیقات اور عام خواتین کے لئے دو پروگرام منعقد کئے گئے جس کے لئے نائب ناظمہ امتہ المعطی صاحبہ کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا۔ لاہور سے یہ مختصر قافلہ صبح 10 بجے فیصل آباد کے لئے عازم سفر ہوا اور تقریباً 1.00 بجے مسز احسان ملک صاحبہ کے گھر پہنچا جہاں انہوں نے مہمانوں کے لئے نہایت پرتکلف ماکولات و مشروبات کا اہتمام کیا تھا۔

ڈھائی بجے تمام رفیقات نقیبہ صاحبہ کے گھر پہنچ گئیں جہاں ان سے تنظیمی امور پر بات چیت ہوئی۔ خصوصاً شرعی پردے اور رسومات کے حوالے سے رفیقات نے گفتگو میں حصہ لیا۔ خصوصاً PMC کی طالبات نے اپنے مسائل نائب صاحبہ کو گوش گزار کئے۔ اس کے بعد مبتدی امتحانی نصاب پر گفتگو ہوئی اور جن رفیقات نے امتحان دینا تھا ان کے نام نوٹ کروائے گئے۔

شام چار بجے حمید پیلس فیصل آباد میں خواتین کے پروگرام کا آغاز رفیقہ تنظیم عابدہ فاروق کی تلاوت سے ہوا۔ اس کے بعد نعت رسول مقبول پیش کی گئی۔

اس کے بعد رفیقہ تنظیم اسلامی اور PMC کی طالبہ صدف بنت مجاہد نے سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 157 کی روشنی میں ہماری کیا کیا ذمہ داریاں ہیں اور ہم کتنے پیچھے ہیں۔ آئندہ ہمیں کیا کرنا ہے یعنی صرف زبانی محبت کے دعوے نہ ہوں بلکہ دلی آمادگی اور محبت کے ساتھ اطاعت اور سنت رسولؐ پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔

اس کے بعد مسز عبدالسمیع صاحبہ نے نعت رسول مقبولؐ پیش کی۔ آخر میں نائب ناظمہ صاحبہ نے خواتین سے خطاب فرمایا۔ خطاب کا موضوع موجودہ حالات قربِ قیامت اور ہماری ذمہ داریاں تھا۔ جس میں آپ نے احادیث کے حوالے سے بتایا کہ قیامت کی نشانیاں قریب نظر آ رہی ہیں اور مسلمان قوم اپنے اعمال بد کی سزا یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں بھگت رہی ہے۔ ان حالات کا تقاضا ہے کہ ہم قرآن سے چمٹ جائیں **واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا**۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن کی یہ تاثیر ہے کہ اگر یہ جان و دل میں سرایت کر جائے تو انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اولاد کی صحیح رخ پر تربیت کریں۔ ہمارا مقصد آخرت کی فلاح ہو، دنیا نہ ہو۔

لہٰذا اب ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ کی جناب میں خلوص دل سے توبہ کریں۔ گناہوں پر ندامت ہو اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عزم کریں تو امید ہے کہ ان شاء اللہ ہمارے حالات بدل جائیں گے۔

اجتماعی دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر مسز احسان صاحبہ کا شکریہ ادا نہ کرنا ناقدری ہو گی کہ ان دونوں پروگراموں کے لئے انہوں نے کافی محنت کی۔ تمام خواتین کو جمع کرنے اور خصوصاً رفیقات اور لاہور کے مہمانوں کے لئے نہایت پرتکلف کھانے اور مشروبات کا اہتمام کیا۔

ماہ ربیع الاول میں مندرجہ ذیل مقامات پر بھی نبی اکرمؐ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں اور پردہ کے موضوع پر نائب ناظمہ نے خطاب کیا۔ گیریژن گرلز کالج کینٹ ... کاب فاروقیہ مسلم ٹاؤن اور پرنس ہال زیر اہتمام پاک انجمن خواتین۔ ان مواقع پر خواتین کی کافی بڑی تعداد نے شرکت کی۔

(رپورٹ: بیگم رحیم الدین)

گورنمنٹ کالج بھکر کے طلبہ اور اساتذہ کے ساتھ دعوتی پروگرام

29 مارچ 2003ء کو گورنمنٹ کالج بھکر میں ایم اے اسلامیات فائنل ایئر کے طلباء کی الوداعی پارٹی کے موقع پر راقم نے اساتذہ اور طالب علموں سے مسلمانوں کی حالت زار سے متعلق گفتگو کی کہ ہماری یہ حالت ٹیکنالوجی میں پیچھے رہ جانے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ہماری شامتِ اعمال ہے اور قرآن حکیم، فرمانِ حمید سے دوری ہے۔ ساری دنیا میں کسی مسلمان ملک میں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ضابطۂ حیات صرف نافذ ہی نہیں بلکہ ہم مسلمان ہی حکمِ الٰہی کے مخالفت پہ اتر آئے ہیں تو ایسے حالات میں قانون خداوندی ہے کہ ذلت و رسوائی ہمارا مقدر ہو۔

آج ہم اسلام کی جن نامور ہستیوں کا نام بڑے فخر سے لیتے ہیں وہ کس ماحول میں بڑھے پلے تھے۔ کیا ہم اپنے بچوں اور شاگردوں کو ویسا ماحول دے رہے ہیں۔ مسلمانوں کی ترقی اور عزت وقار اس بات میں ہے کہ ہم معاشرتی اور معاشی قدروں کو چودہ سو سال پیچھے لے جائیں اور اللہ اور نبی آخر الزمانؐ کی بغاوت ترک کر کے اللہ کی بندگی اختیار کریں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کریں۔ آخر میں طالب علموں کو تحفتاً "ندائے خلافت" کا "اقبال نمبر" اور "میثاق" فروری 2003ء دیئے اور پرنسپل صاحب، سربراہان شعبہ جات اور سینئر پروفیسر صاحبان کو اقبال نمبر، فلسطین نمبر، مشرقی پاکستان نمبر اور میثاق فروری 2003ء دیئے گئے۔ (راقم: ... شادی بیگ خان)

اسرہ بہاولپور کی ماہانہ شب بسری

16 مئی بروز جمعہ بعد نماز مغرب بہاولپور میں دفتر تنظیم اسلامی مدینہ ٹاؤن میں یہ پروگرام منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز جناب امیر حلقہ بہاولنگر و بہاولپور محمد منیر احمد کے خطاب سے ہوا جس کا موضوع تھا "نبی اکرمؐ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں" اور کرنے کا اصل کام۔ یہ خطاب تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا۔ اس کے بعد نمازِ عشاء ادا کی گئی۔ نماز عشاء کے بعد جناب ذوالفقار بھائی نے درس حدیث دیا جو تقریباً چالیس منٹ تک جاری رہا۔ کھانے کے وقفہ کے بعد باہمی سیکھنے سکھانے کا عمل ہوا۔ اس کے بعد وقفۂ آرام ہوا اور صبح تہجد کے لئے تین بجے جگا دیا گیا۔ نماز تہجد کے بعد مسنون دعائیں سکھائی گئیں اور نماز فجر کے بعد درسِ قرآن پر اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ اس پروگرام میں حاضرین کی تعداد تقریباً پچاس تھی۔ (رپورٹ: محمد ظفر اقبال)

Vol:12 Regd. No.LRL-50 No:20
Weekly *Nida-e-Khilafat* Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail:abidjan@tanzeem.org)

Dear Evangelicals!

The *New York Times* reported on May 27th that you had an all-day seminar on how to woo Muslims away from Islam in Ohio. [1] With due apology from the rest of Muslim, I dare to speak on their behalf to congratulate you for the successes you have made in achieving your objectives.

Your teachers must be proud of you, who "urged a kindly approach," showing "Muslims love, charity and hospitality." Even if you do not "carry copies of the New Testament to give as gifts," your job is already well done.

The *New York Times* writes that your teacher "stressed the need to avoid offending Muslims," yet "he projected a snappy PowerPoint presentation showing passages from the Koran that he said proved Islam was regressive, fraudulent and violent." No way dear Evangelicals! It is kindness of Laurie Goodstein, who thinks it might be offensive to Muslims. However, no, it is not. We do not mind it any more, because your brothers and sisters, who you may not consider Evangelicals, and who may not consider themselves neo-cons, are busy promoting the same ideas in more subtle ways, days in and days out. Laurie Goodstein came right up to your Church in Ohio to see what you were planning, but she probably does not read the newspaper that besides employing her leaves no stone unturned to propagate your messages, in more effective words, in its editorials and columns through "impartial analysts" such as Thomas L. Friedman and William Safire.

A more appropriate example is Laurie Goodstein herself. To make her report do a real thought damage to its readers, she perfectly decorated it with a collection of as many anti-Islam quotes from different sources as she could. Your church meeting or proselytizing Muslims do not do as much damage as this kind of poisoning reports do. Present yourself a moderate, scapegoat Evangelicals and do a damage, which is far more than all Evangelicals collective could do — this is what hurts the Muslims. You or Osama is threatening the future of humanity. It is the hypocrites, who say one thing and mean another.

And believe me, we do not mind even what the *New York Times* say, because we have our own Muslim brothers, who promote the same ideas better than everyone else. You had "two pastors, a school secretary and college students" in your seminar, but the Muslims who have devoted their lives to spreading the same message — that certain passages of Qur'an are not relevant to the present day reality, all previous interpretations are no more relevant, Muslims believing in fundamentals of faith are "fundamentalists," etc. — are sitting professors in your universities and scholars of repute at your think tanks. They are effective only because they know how to use a bit scholarly language, with a mix of some Arabic words and even quotations from the Qur'an to prove all that you have in your heart.

You have been insultingly labeled as neo-cons. But never mind. We consider you neo-conquerors of the hearts of the neo-mods of Islam — a superlative degree of ultra-moderates among us. Your teacher told you that Qur'an says "slay them, slay the infidels!..[but] in the Bible there are no words from Jesus saying we should kill innocent people." Please visit the web sites of our neo-mod Muslim brothers and you will see they have better argument than your teacher.

They can prove that these verses of the Qur'an are applicable no more. Those who apply them, regardless of what the status of their suffering at the hands of the oppressors may be, are "radical extremists." Now it is responsibility of the Christian world to kill them, or cage them in Guantanamo bay. It has probably adopted the message of Islam to the core after "literal interpretation" of our "medieval texts."

Please write to *New York Times* that your teacher is not wrong. Tell its editors that Muslims have evolved and the neo-mods among them now believe that revenge, "rather than willingness to compromise or submit to the victors, is the traditional response of [only] theologically inclined Muslims to the defeat of Muslim armies."[2] So the scum among them — the rotten "fundamentalists" — need to be starved, bombed and exterminated to clear the mess.

Laurie Goodstein believes that Franklin Graham, Jerry Falwell, Pat Robertson and Jerry Vines are "using sharp language." Believe me it is not. It is not because it is far sweeter than the salt our noe-mods rub into our wounds, caused by the Americo-Israeli bullets. Their salt goes deep down from the sounds to our soul. Your are right dear Evangelicals, because we don't listen to our neo-mod brothers, who repeatedly advise us: 1) "Allah, through the Qur'an, tells Muslims to forgive injustices that Jews and Christians commit against Muslims" [in other words accept oppression — a formula, inapplicable to Iraqis or Afghans to let them live without the much vaunted liberation]; 2) "the Israeli occupation of Palestine is "***perhaps*** central to Muslim grievance against the West." *Perhaps* means, it may be not; 3) "The Israeli government treats its one million Arab citizens "with greater respect and dignity than most Arab nations treat their citizens." [3] It means, your Evangelical leaders are not using "sharp language" at all. It is we, the "fundamentalists" among us, who need to be careful in our unprofessional and unethical discourse.

It is really encouraging to know that across the US you are working on "lectures and books criticizing Islam and promoting strategies for Muslim conversions." And the good new of all is that the crash course on Islam by Indianapolis group has trained 4,500 American Christians to proselytize Muslims. The news is great because a proselytized Muslim is far better than a moderatised Muslim.

Proselytizing does not hurt as much as listening from a non-Muslim that "moderate Muslims" listen to "the claims of the gospel," and abandon "the original meaning of scriptures and the historical heritage." An appeal from Bob and Passantino — "We should take advantage [of these moderates]" [4] shows that you can probably not take as much advantage from the proselytized Muslims as much as you can from the "moderates."

The *New York Times* criticized your leaders for "the basic presumption that the world's two largest religions are headed for a confrontation, with Christianity representing what is good, true and peaceful, and Islam what is evil, false and violent." Your president in the White House also believes so. So what is the big deal if your Evangelical leaders also believe so? Your